

# قبولِ اسلام کے واقعات

مہمہ علامہ مصطفیٰ امجدی ایم اے  
علوم اسلامیہ پنجاب

قادیانوی اکیڈمی خانیہ گنج بخش روڈ لاہور

۱۱

“

”

”

# پیرایہ کے واقعات

مؤلفہ

علاؤ اللہ مصطفیٰ مجذبی ایم اے

0333-4383766  
042-7213575

مکتبہ تحفہ حقیقیہ

## فیضانِ رحمت 11171

### حضور امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ

قبول اسلام کے واقعات	.....	نام کتاب
غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے	.....	نام مولف
محمد اکرام مجددی	.....	ایڈیٹنگ
حافظ محمد بلال مجددی	.....	نام کمپوزر
مجددی کمپوزنگ سینٹر شکر گڑھ	.....	کمپوزنگ
غلام دستگیر احمد مجددی	.....	پروف ریڈنگ
چوہدری محمد خلیل قادری	.....	زیر نگرانی
چوہدری محمد ممتاز احمد قادری	.....	تحریک
عبدالجمید چوہدری	.....	ناشر
نومبر 2008	.....	تاریخ اشاعت
60	.....	ہدیہ

### ملنے کے پتے

مکمل شہد حنفیہ گنج بخش روڈ لاہور

قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

Hello: 042-7213575, 0333-4383766

## انتساب



حضرت والا اور جت،

ناشر زہد و طریقت، وارث عرفان حقیقت

حضرت مولانا محمد نور الدین سرکار نقشبندی قدس سرہ

بانی خانقاہ نقشبندیہ، مجددیہ، نوریہ ﴿ شکر گڑھ شریف ﴾

کے نام

جو

میرے عطا پاش بھی ہیں اور میرے خطا پوش بھی ہیں

غلام مصطفیٰ مجددی نوری ایم اے

..... ﴿ قبول اسلام کے واقعات ﴾ .....  
 .....  
 ..... ﴿ آئینہ کتاب ﴾ .....  
 .....

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
03	انتساب	1
08	حرف اول	2
11	حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا قبول اسلام	3
13	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	4
16	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	5
20	حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	6
21	اعجاز سیرت رسول ﷺ	7
23	حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	8
25	حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	9
27	حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	10
28	حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	11
29	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	12
30	حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	13
31	حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	14

..... ﴿ قبول اسلام کے واقعات ﴾ .....

33	حضرت عمیر بن حبیب <small>رضی اللہ عنہ</small> کا قبول اسلام	15
34	حضرت عبداللہ بن مسعود <small>رضی اللہ عنہ</small> کا قبول اسلام	16
35	حضرت بلال حبشی <small>رضی اللہ عنہ</small> کا قبول اسلام	17
36	حضرت ابو قرقانہ <small>رضی اللہ عنہ</small> کا قبول اسلام	18
37	حضرت صہیب رومی <small>رضی اللہ عنہ</small> کا قبول اسلام	19
38	حضرت حصین <small>رضی اللہ عنہ</small> کا قبول اسلام	20
39	حضرت ابو ذر غفاری <small>رضی اللہ عنہ</small> کا قبول اسلام	21
42	حضرت عمرو بن عبسہ سلمی <small>رضی اللہ عنہ</small> کا قبول اسلام	22
43	حضرت حابس بن دغنه <small>رضی اللہ عنہ</small> کا قبول اسلام	23
48	حضرت حمزہ <small>رضی اللہ عنہ</small> کا قبول اسلام	24
51	حضرت عمر فاروق <small>رضی اللہ عنہ</small> کا قبول اسلام	25
55	حضرت اٹم بن صفی <small>رضی اللہ عنہ</small> کا قبول اسلام	26
57	حضرت حارث <small>رضی اللہ عنہ</small> کا قبول اسلام	
58	حضرت طفیل بن عمرو <small>رضی اللہ عنہ</small> کا قبول اسلام	
60	حضرت ضناد بن ثعلبہ <small>رضی اللہ عنہ</small> کا قبول اسلام	27
61	بعض عیسائیوں کا قبول اسلام	28
63	عداس <small>رضی اللہ عنہ</small> کا قبول اسلام	29

..... ﴿ قبول اسلام کے واقعات ﴾ .....

68	جنات کا قبول اسلام	30
71	سويد بن صامت <small>رضی اللہ عنہ</small> کا قبول اسلام	31
72	انصار کا قبول اسلام	32
101	رافع اور معاذ بن عمرو <small>رضی اللہ عنہ</small> کا قبول اسلام	33
102	بریدہ اسلمی <small>رضی اللہ عنہ</small> کا قبول اسلام	34
104	حضرت سلمان فارسی <small>رضی اللہ عنہ</small> کا قبول اسلام	35
109	حضرت رکانہ <small>رضی اللہ عنہ</small> کا قبول اسلام	36
110	حضرت ذباب <small>رضی اللہ عنہ</small> کا قبول اسلام	37
111	حضرت ماذن <small>رضی اللہ عنہ</small> کا قبول اسلام	38
112	حضرت کعب الاحبار <small>رضی اللہ عنہ</small> کا قبول اسلام	39
113	جریر بن عبداللہ <small>رضی اللہ عنہ</small> کا قبول اسلام	40
114	صاحب جمال یہودی کا قبول اسلام	41
115	غسان عامری کا قبول اسلام	42
116	عباس بن مرواس کا قبول اسلام	43
116	سواد بن قارب کا قبول اسلام	44
118	ابو ہریرہ کی والدہ کا قبول اسلام	45



..... ﴿ قبول اسلام کے واقعات ﴾ .....

119	ایک یہودی لڑکے کا قبول اسلام	46
119	ایک بت پرست کا قبول اسلام	47
121	اہل طائف کا قبول اسلام	48
122	بہرام مجوسی کا قبول اسلام	49
123	ایک یہودی کا قبول اسلام	50
124	ایک مجوسی کا قبول اسلام	51
124	ایک مجوسی کا قبول اسلام	52
125	ایک مجوسی کا قبول اسلام	53
125	بنی حارثہ کا قبول اسلام	54
127	بادشاہ تیغ کا قبول اسلام	55
128	ایک یہودی کا قبول اسلام	56



..... ﴿ حروف اول ﴾ .....

**بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ**

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ کے نزدیک اسلام ہی دین برحق ہے، اور فرمایا کہ اگر کوئی شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین لے کر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو اس کو ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، اور فرمایا کہ آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام فرما دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا، ان ارشادات خداوندی سے معلوم ہوا کہ اسلام ہی دین فطرت ہے، دین ہدایت ہے، دین رحمت ہے، دین حکمت ہے، دین حیات اور دین نجات ہے، تمام انبیا کرام علیہم السلام اسی کا پیغام لے کر دنیا میں مبعوث ہوئے مگر قوموں نے اپنی ناعاقبت اندیشی سے اپنے راستے الگ کر لیے اور دین اسلام کو چھوڑ کر مختلف نظریات میں بٹ گئیں، یہودیت اور نصرانیت کے مذاہب اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہیں ورنہ کیا کوئی تاریخ آشنا انسان یہ سوچ سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسلام کو چھوڑ کر ان مذاہب کے فرسودہ نظریات کی تبلیغ کی تھی، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت خاتم علیہ السلام تک تمام پیغمبران عظام دین واحد کے علمبردار تھے، ان کی تبلیغ حق پر جب بھی کسی صاحب فطرت سلیم نے ذرا سا غور و فکر بھی کیا تو اس کے لیے روشنی کا دریچہ کھل گیا اور وہ دین ہدایت کی آغوش میں پناہ گزیں ہو گیا، حضور نبی آخر الزماں، رحمت عالمیان ﷺ نے جب نہایت دل افروز انداز کے ساتھ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا آغاز فرمایا تو ہزاروں لوگ قافلہ در قافلہ منزل ہدایت سے ہمکنار ہو گئے، یہاں تک کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش افراد کی زبان لات و ہبل کی

بجائے توحید و رسالت کا ترانہ الا اپنے لگی اور ان کے دلوں میں خدا و مصطفیٰ ﷺ کی یادوں کے چراغ روشن ہو گئے، ان ہزاروں قدسی صفات لوگوں میں سے چند ایک جلیل القدر انسانوں کے قبول اسلام کے واقعات اس کتاب میں درج کیے گئے ہیں جو تاریخ اسلام کا بہت ایمان افروز سرمایہ ہیں، ان واقعات کے مطالعے سے ہمارے مغربی تہذیب کے دلدادہ کسی نوجوان کی چشم بصیرت بھی بیدار ہو سکتی ہے اور وہ سوچنے کے لیے تیار ہو سکتا ہے کہ میرا تعلق کس مذہب کے ساتھ ہے اور میرے آباؤ اجداد نے کس محبت اور مشقت کے ساتھ اسے حاصل کیا اور وہ کس طرح اس پر اپنی ہر متاع عزیز قربان کر کے دو جہاں میں کامرانیوں سے سرفراز ہوئے اور اب میں کس طرح ان کے چھوڑے ہوئے ورثہ ہدایت کے ساتھ مذاق کر رہا ہوں، کاش کسی خوابیدہ دل میں یہ احساس پیدا ہو جائے، اس فقیر بے پایہ نے عرض کیا ہے

اے خدا کیا حال غمگین ہے ترے اسلام کا

دور دورہ ہے جہاں میں یورشِ آلام کا

گلشنِ توحید پر چھائی خزانِ تیرگی

موسمِ غم ہے، حسیں پھولوں کے قتلِ عام کا

وحدتِ ملی کے جذبوں سے تہی آلِ حرم

تک رہی ہے منہ زبان و رنگ کے اصنام کا

اہلِ رحماں خوابِ غفلت میں عجب مدہوش ہیں

سر پہ سایہ ہے جفا کی تیغِ خوں آشام کا

کیوں مسلمان بٹ گئے عربِ عجم کے دام میں

کیا یہی معنی ہے تیرے دین کا، پیغام کا

حرمتِ کعبہ بھی خطرے میں نظر آتی ہے آج  
یہ بھی اک اعجاز ہے مومن کے فکرِ خام کا  
عالمِ لاہوت کا شہباز کہتے تھے جسے  
اب مسافر ہے شکستہ پارہ گمنام کا  
یہ صنم والے ، خدا والوں کو جھٹلانے لگے  
یہ ستم بھی دیکھنا تھا گردشِ ایام کا  
اب کہاں عباسیوں ، سلجوقیوں کے ولولے  
اب کدھر ہے دبدبہ عثمانیوں کے نام کا  
عہد پارینہ میں ڈوبی شوکتِ قطبِ سلیم  
زنگ آلودہ ہے منہ محمود کی صمصام کا  
ابرِ رحمت ہے ترا کا شانہ اغیار پر  
توبہ توبہ تشنہ لبِ مسلم ہے تیرے جام کا  
حسرتِ بیتاب کے آنسو ہیں آنکھوں میں جمے  
اک یہی مایہ ہے تیرے بندہ بے دام کا  
جنت کشمیر کے سب رنگ پھیکے ہونگے  
قبلہ اول بھی پیاسا ہے تیرے انعام کا  
آگ ہے ، اولادِ ابراہیم ہے ، نمرود ہے  
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے



## حضرت خدیجہ الکبریٰ کا قبول اسلام:

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا شروع دن ہی سے حضور جان نور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات و حسنات سے بہت ہی زیادہ متاثر تھیں، جو نبی آپ نے کا شانہ نبوت میں آکر اپنے داعی الی الخیر ہونے کا اعلان فرمایا تو انہوں نے فوراً آپ کی تصدیق کر دی، امام ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ وہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں، جو دین اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا اسکی تصدیق کی اور ہر معاملے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تقویت پہنچائی، چنانچہ ان کی وجہ سے آپ کا کافی بوجھ ہلکا ہو گیا، جب کبھی آپ کفار کی طرف سے تردید یا تکذیب سن کر کبیدہ خاطر ہوئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی تھیں جن کی حوصلہ افزائی سے آپ کا غم دور ہوتا تھا، وہ ہر وقت آپ کو تسلی دیتی رہتی تھیں اور جب تک زندہ رہیں برابر آپ کیلئے اطمینان قلب اور سکون خاطر کا سامان مہیا کرتی رہیں، ابن قیم لکھتے ہیں، ”جب آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے تو انہوں نے آپ کو بشارت دی اور کہا بخدا اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا، آپ ایسا اخلاق فاضلہ، خصائل حمیدہ اور اوصاف کریمہ کا حامل کبھی ذلت کا منہ نہیں دیکھتا، انہوں نے اپنے کمال دانشمندی سے معلوم کر لیا تھا کہ اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ عزت افزائی، تائید اور احسان الہی کے مستحق ہوتے ہیں، صرف اعمال بد اور عادات قبیحہ کا بدلہ ہی رسوا کن عذاب کی صورت اختیار کرتا ہے، آپ اسی عقلمندی اور صدیقیت کی وجہ سے اس بات کی مستحق ہوئیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے دور رسولوں جبرئیل علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت سلام بھیجا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ ان کو جنت میں موتیوں کے گھر کی خوشخبری دیں، جس میں نہ کسی طرح کی کچھ تھکاوٹ ہوگی اور نہ

کسی قسم کا شور و غل ہوگا، ﴿ مختصر سیرت الرسول: ۱۳۸ ﴾ جب آپ کو اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچا تو عرض کی، ہوا لسلام و منه السلام و علیٰ جبریل السلام و علیک یا رسول اللہ السلام و رجمة اللہ وبرکاتہ، اللہ ہی سلام ہے، ساری سلامتی اسی کی طرف سے ہے، جبریل پر بھی سلام ہو، اور اے اللہ کے رسول آپ پر بھی سلام ہو، نیز اللہ کی رحمت اور برکت ہو، ﴿ سیرت نبویہ دحلان: ۱: ۱۷۵ ﴾ حضرت علامہ ابن اثیر اور حضرت امام ابن ہشام نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا، علامہ ابن اثیر نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، ﴿ اکمال: ۲: ۳۷ ﴾ حضرت امام یوسف نبہانی نے بھی اسی طرح لکھا ہے کہ سب سے پہلے آپ پر ایمان لانے والی اور تصدیق کرنے والی حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہی تھیں، ﴿ انوار محمدیہ: ۶۰ ﴾ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، امام بیہقی نے ابن اسحاق کی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، اے ابن عم! چونکہ آپ صبر و استقامت رکھنے والے ہیں کیا آپ کیلئے ممکن ہے کہ جب وہ آپ کے پاس آنے والا آئے تو مجھے بھی بتائیے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں، پھر حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے تو آپ نے حضرت ام المومنین کو بتایا، انہوں نے پوچھا، آپ ان کو دیکھ رہے ہیں، آپ نے جواب دیا، ہاں، پھر حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ کو اپنے داہنے پہلو میں بٹھا کر پوچھا آپ نے فرمایا، ہاں، میں اب بھی دیکھ رہا ہوں، پھر آپ کو بائیں پہلو میں بٹھا کر دریافت کیا تو آپ نے فرمایا، اب بھی وہ نظر آرہے ہیں، اس کے بعد مشیر رسول حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سر انور سے دوپٹہ اتارا اور بال بکھیر دیئے اور آپ سے وہی سوال کیا، اب آپ نے انکار میں جواب دیا تو انہوں نے کہا یہ شیطان نہیں ہے بلکہ فرشتہ ہے، آپ مطمئن اور ثابت قدم رہئے پھر

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی وقت ایمان لے آئیں۔ ﴿خصائص کبریٰ: ۱: ۲۳۹﴾ آپ کی ساری اولاد نے بھی اپنے والد بزرگوار حضور احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و بعثت کی تصدیق کی۔

## حضرت ابو بکر صدیق کا قبول اسلام:

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کے وفادار ساتھی تھے، نہایت سلیم الفطرت انسان تھے، انہوں نے عہد جاہلیت میں کبھی کسی بت کی پرستش نہیں کی اور نہ ہی جاہلی رسومات سے آلودہ ہوئے، ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روشن کردار ایک کھلی ہوئی کتاب کی مانند تھا، چنانچہ جو نبی انہوں نے سنا کہ آپ نے اپنی بعثت و نبوت کا اظہار فرما دیا ہے تو فوراً بارگاہ رحمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا، حضرت امام ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا بذریعہ وحی تھا، وہ اس طرح کہ آپ بغرض تجارت شام گئے ہوئے تھے، وہاں آپ نے ایک خواب دیکھا اور بحیرہ راہب سے بیان کیا، راہب نے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو، انہوں نے جواب دیا، تہامہ کے شہر مکہ کا رہنے والا ہوں، اس نے پوچھا، تمہارا تعلق کس قبیلے سے ہے، جواب دیا قبیلہ قریش سے، اس نے پوچھا، تمہارا ذریعہ معاش کیا ہے، جواب دیا، تجارت، راہب نے اپنے سوالات کے جواب پانے کے بعد خواب کی تعبیر بیان کی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے خواب کو حقیقت بنا کر مشاہدے میں اس طرح لائے گا کہ تمہاری قوم میں ایک نبی کو مبعوث فرمائے گا اور تم اس نبی کے صاحب، معتمد اور مشیر اعلیٰ ہو گے، اور اس کی وفات کے بعد اس کے خلیفہ ہو گے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

نے اس واقعہ کو پوشیدہ ہی رکھا یہاں تک کہ نبی آخر الزمان ﷺ مبعوث ہوئے، اس وقت حضرت صدیق ﷺ حاضر ہوئے اور عرض کیا، اے آقا! آپ کے دعویٰ نبوت کی دلیل کیا ہے، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا! وہ خواب جو تم نے ملک شام میں دیکھا تھا، آپ یہ جواب سن کر حضور اقدس ﷺ سے چٹ گئے، پیشانی پر بوسہ دیا اور سمع و طاعت، استجاب و شہادت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ کہا، اشهد انک رسول اللہ، میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں، ﴿خصاص کبریٰ ۱: ۱۰۹﴾ الروض الانف میں اس خواب کی تفصیل کچھ اس طرح ہے، ایک چاند مکہ مکرمہ میں نازل ہوا اور تمام گھروں میں اس کی روشنی پھیل گئی، اس کا ایک ایک ٹکڑا ہر گھر میں گرا، پھر اس کے بعد چاند کے تمام ٹکڑے یکجا ہو گئے اور وہ ماہ تمام بن کر ان کی آغوش محبت میں آ گیا، ایک اہل کتاب نے اس کی تعبیر یہ بتائی کہ جس نبی موعود کے ہم سب منتظر ہیں وہ عنقریب ظاہر ہونے والا ہے، آپ اس کی اطاعت کر کے تمام جہاں میں سعادت مند ہوں گے، ان بشارت سے محسوس ہوتا ہے کہ رحمت ازلی نے اپنے محبوب کی رفاقت و حمایت کیلئے روز ازل ہی سے ان کا انتخاب فرمایا تھا، چنانچہ انہوں نے بھی تائید ایزدی سے اس کا حق ادا کر دیا، خود پیغمبر اسلام ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

◎..... میں نے جس کو بھی اسلام کی دعوت دی تو وہ ضرور تشویش اور

غور و فکر میں مبتلا ہوا، یہ تو ابو بکر ہے جس نے بغیر کسی تردد اور ہچکچاہٹ

کے اسے فوراً قبول کر لیا، ﴿سبل الہدیٰ ۲: ۲۰۶، اسد الغابہ ۳: ۲۰۶﴾

حضرت علامہ زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ میں یہ واقعہ لکھا ہے

کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ ﷺ کے قبول اسلام کے فوراً بعد حضرت ابو بکر

صدیق ﷺ نے اسلام قبول کر لیا کیونکہ آپ کو امید واثق تھی کہ



حضور اکرم ﷺ نبوت کا اعلان فرمانے والے ہیں، انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کے بارے میں ورقہ بن نوفل سے بہت کچھ سنا تھا، ایک روز آپ حکیم بن حزام کے پاس بیٹھے تھے کہ ان کی لونڈی نے آ کر خبر دی، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہے کہ ان کے شوہر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح نبی مرسل ہیں، یہ خبر سنتے ہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ چپکے سے اٹھے اور حضور پر نور ﷺ کے پاس حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گئے، ﴿ محمد رسول اللہ: ۵۲۲ ﴾ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں، جب میں نے اسلام قبول کیا تو میرے اسلام قبول کرنے پر پوری وادی مکہ میں رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی خوش نہیں تھا، ﴿ اسد الغابہ ۳: ۲۰۸ ﴾ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک وقت ایسا بھی تھا، میں نے پانچ غلاموں دو عورتوں اور حضرت ابو بکر صدیق کے سوا کسی اور کو نہیں دیکھا ﴿ بخاری کتاب المناقب ﴾ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہا نے کیا خوب کہا ہے ۔

اذا تذکرت شجواً من اخي ثقة  
فاذكر اخاك ابا بكر بما فعل  
خير البريه اتقاها و افضلها  
بعد النبي و او فاما بما حملا

۱: حضور نبی کریم ﷺ کے بعد خیر البریہ کا لقب واقعی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کیلئے موزوں ہے، آپ بہت خوش شکل اور خوب رو انسان تھے، اسی لئے آپ کو عشیق کا لقب عطا ہوا، امانت، دیانت، اور صداقت میں بھی مظہر رسول تھے، انہی خصال حمیدہ کی وجہ سے آپ کو ’ابوبکر‘ کہا جاتا ہے، سیرت حلبیہ میں ہے کہ ان ابا بکر لم یسجد لصنم قط، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کسی صنم کو سجدہ نہیں کیا، ﴿ سیرت نبویہ دطمان ﴾ گویا شروع سے ہی توحید پرست تھے، لوگوں میں مشہور تھا کہ ابو بکر تجربہ کار اور معاملہ فہم واقع ہوئے ہیں، ﴿ سیرت الرسول از بیکل ص ۱۸۱ ﴾

..... ﴿ قبول اسلام کے واقعات ﴾ .....

والثانی التالی المحمود مشہدہ

و اول الناس منهم صدق الرسلا

جب ترے دل میں کسی بھائی کا ہو نقشِ خیال  
یاد کر صدیق اکبر کا کمال بے مثال  
عدل میں، تقویٰ، فرائض میں، وفا میں بالیقین  
بہترین دوسرا کے بعد ہیں وہ بہترین  
مصطفیٰ کی پیروی کو جاننے والے ہیں آپ

سب رسل کو سب سے پہلے ماننے والے ہیں آپ

﴿ المستدرک ۳: ۶۷، مصنف ابن ابی شیبہ ۷: ۱۳۰، فضائل الصحابہ ۱۳۳، مجمع الزوائد ۹: ۲۳۳، الاستیعاب ۳: ۹۶۳، طبرانی فی الکبیر ۱۲: ۸۹، سنن بیہقی ۶: ۳۶۹، سیل الہدیٰ ۲: ۳۰۶ ﴾

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار بارگاہ رسالت میں پڑھے تو حضور تاجدار  
رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بہت مسرور ہوئے، ان اشعار سے معلوم ہوا کہ مردوں میں سب  
سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول فرمایا، یہ حضرت عبداللہ بن  
عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اشعار سنے اور  
انکار نہیں فرمایا، ﴿ مختصر سیرۃ الرسول ص ۱۵۲ ﴾ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے والد  
محترم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی، وہ فرماتے ہیں، حضرت ابو بکر  
صدیق رضی اللہ عنہ مجھ سے چار باتوں میں سبقت لے گئے ہیں، اول اظہار اسلام میں،  
دوم ہجرت کے وقت رفاقت میں، سوم غار ثور میں مصاحبت میں اور چہارم نماز  
کے قائم اور اسکے اظہار میں، ﴿ مدارج النبوة ۲: ۵۹ ﴾

حضرت علی المرتضیٰ کا قبول اسلام:

حضرت ابوطالب کا فی عیالدار تھے، قحط سالی کا دور آیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ان کا بوجھ ہلکا کرنے کیلئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنی کفالت میں لے لیا، جبکہ اپنے چچا عباس سے کہا کہ آپ جعفر بن ابوطالب کو اپنے ساتھ لے جائیں، عقیل اور طالب اپنے والد بزرگوار کے پاس ہی رہے۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ وہ خوش نصیب انسان ہیں جن کو عالم طفولیت ہی سے کا شانہ رسالت میں پروان چڑھنے کا شرف حاصل ہوا، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ شدید محبت تھی، ان کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام ”علی“ رکھا، ان کے منہ میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور اپنی زبان رحمت ان کے منہ میں رکھی جسے وہ چوستے ہوئے سو گئے، یہ فیضان نبوت انہیں کم سنی کے عالم میں میسر آ گیا تو باقی زندگی کیوں نہ طہارت و نفاست کی آئینہ دار ہوتی، آپ کی ساری زندگی کا ایک لمحہ بھی کفر اور شرک سے آلودہ نہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو آپ کی عمر مبارک دس سال تھی جیسا کہ امام طبری نے فرمایا ہے، آپ خود فرماتے ہیں:

”میں نے اسلام کی طرف اس وقت سبقت کی جبکہ میں بچہ تھا اور بالغ نہیں ہوا تھا، ﴿ مدارج النبوة ۲: ۵۸ ﴾ آپ کے قبول اسلام کا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نماز ادا کر رہے تھے، آپ باہر سے آگئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو رکوع و سجود کرتے دیکھا تو حیرت زدہ ہوئے اور چپ چاپ پاس ہی کھڑے رہے، نماز ختم ہوئی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ کس کے آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا، سجدہ اس خدا کیلئے ہے جس نے مجھے نبوت کے منصب پر فائز کیا اور حکم دیا کہ لوگوں کو حق کی دعوت دوں، اس تشریح کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خدائے واحد کی پرستش کی اور بت پرستی سے اجتناب کی دعوت دی

اور چند آیات قرآنی کی تلاوت بھی کی، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر ان آیات کا بہت زیادہ اثر ہوا اور انہوں نے عرض کیا کہ مجھے اپنے والدین سے مشورہ کی اجازت دے دیجئے، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے رات تو عالم اضطراب میں گزاری اور صبح ہوئی تو آپ نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کیا کہ اس معاملہ میں والدین سے استصواب کی مطلق ضرورت نہیں ہے، میں اسلام قبول کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے جب میری پیدائش کے سلسلے میں ابوطالب کا مشورہ نہیں لیا تو میں خدا کی پرستش کے بارے میں ابوطالب سے رائے کیوں لوں، مردوں ﴿یعنی بچوں﴾ میں سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا، ان کے بعد (آزاد شدہ غلاموں میں) حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، مشرف باسلام ہوئے۔ اس وقت پوری دنیائے اسلام صرف چار نفوس تک محدود تھی، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ﴿سیرۃ الرسول ص ۱۸۰﴾

حضرت ابن عقیف کنڈی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں تجارت پیشہ آدمی تھا، میں حج کیلئے آیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تا کہ ان سے بعض اشیاء خریدوں، جب میں میدان منیٰ میں ان کے پاس تھا کہ ناگاہ ایک عظیم شخصیت قریب ہی نصب شدہ خیمے سے باہر نکلی، سورج کی طرف دیکھا اور نماز شروع کر لی، پھر اس خیمہ سے ایک عورت نکلی، اس نے اس کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کر دی، پھر ایک نوخیز جوان بھی اسی خیمہ سے نکلا جو بلوغت کے قریب پہنچا ہوا تھا، وہ بھی ان کے ساتھ کھڑا ہو کر نماز پڑھنے میں مصروف ہو گیا، میں نے

۱: یہ چار افراد کا شانہ نبوت سے متعلق تھے جبکہ دیگر افراد میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تھا لہذا انکی سابقیت اور اولیت پر کوئی حرف نہیں آتا۔

حضرت عباس سے پوچھا، یہ کون ہیں، انہوں نے کہا یہ میرے بھتیجے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں، میں نے کہا یہ عورت کون ہے، انہوں نے فرمایا یہ ان کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ بنت خویلد ہیں، میں نے جو ان کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا، یہ محمد بن عبداللہ کے چچا زاد بھائی ﴿علی المرتضیٰؑ﴾ ہیں، میں نے پوچھا یہ کیا کر رہے ہیں، انہوں نے کہا یہ نماز پڑھ رہے ہیں، ان کا دعویٰ ہے کہ میں نبی ہوں اور ابھی تک اس دعویٰ کی تصدیق و تائید ﴿خانداں میں سے﴾ صرف ان کی زوجہ اور چچا زاد بھائی نے کی ہے، اگرچہ ان کا دعویٰ یہ بھی ہے کہ قیصر و کسریٰ اور ان کے خزانے ان کے ہاتھ آجائیں گے، حضرت عقیف جو کہ اشعث بن قیس کے چچا زاد بھائی تھے، اس وقت تو اسلام کے حلقے میں داخل نہ ہوئے مگر بعد ازاں اس سعادت سے بہرہ ور ہو گئے، پھر ان کو ہمیشہ یہ حسرت رہی کہ اے کاش میں اس وقت اسلام لاتا اور علی المرتضیٰؑ کے بعد دوسرے درجہ پر فائز ہوتا اور ثانی اسلام بن جاتا، ﴿کتاب الوفا: ۲۰۶، اصابہ: ۲: ۲۸۷﴾

یک چراغ است دریں خانہ کہ از پر تو آں  
ہر کجای نگری انجمنے ساختہ اند

ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؑ نے ابتدائے اسلام میں اپنے والد حضرت ابوطالب کے خوف سے معاملہ پوشیدہ رکھا، آخر ایک دن راز فاش ہو گیا تو انہوں نے پوچھا، بیٹا یہ کیسا دین ہے جو تم نے اختیار کر لیا ہے، آپ نے جواب دیا، اے ابا جان! میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد مصطفیٰؐ پر ایمان لے آیا ہوں اور میں ان کے دین کی تصدیق کرتا ہوں، میں نے ان کی معیت میں نماز ادا کی ہے اور ان کی اطاعت اپنائی ہے، حضرت ابوطالب نے کہا لم يدعك الا الى خير فالزمه انہوں نے تمہیں خیر کی دعوت دی ہے تو ان کا دامن رحمت پکڑے رہو، ﴿سیرت ابن ہشام: ۲۶۵﴾ ایک روایت میں ہے کہ

حضور اقدس ﷺ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو ہمراہ لے کر مکہ مکرمہ کی کسی وادی میں جا کر نماز پڑھتے اور شام کو واپس آجاتے، ایک روز حضرت ابوطالب نے بھی دیکھ لیا اور پوچھا، اے بھتیجے! یہ کیسا دین ہے، آپ نے ارشاد فرمایا، اے عم مہربان! یہ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور رسولوں کا دین ہے، یہ ہمارے جدا کرم حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا دین ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے بندوں کی طرف مبعوث فرمایا ہے، آپ اس نصیحت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں لہذا آپ میری دعوت کو قبول کریں، اور میری امداد کریں، انہوں نے جواب دیا، میرے بھتیجے میں اپنے آبا کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا لیکن اتنا ضرور ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں اللہ کی قسم کوئی آپ کو تکلیف پہنچانے کیلئے قریب نہیں آئے گا، ﴿سیرت ابن ہشام: ۱: ۲۶۵﴾

### حضرت زید بن حارثہ کا قبول اسلام:

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما حضور اقدس ﷺ کے منہ بولے فرزند تھے، آپ نے حطیم کعبہ میں کھڑے ہو کر ان کے بارے میں یہاں تک فرمایا تھا کہ زید میرا بیٹا ہے، میں اس کا وارث بنوں گا اور یہ میرا وارث بنے گا، ﴿مختصر سیرۃ الرسول ص ۱۵﴾ ان کو زید بن محمد کے نام سے پکارا جاتا تھا، حتیٰ کہ قرآن کا حکم آ گیا، ان کو ان کے باپوں کے نام سے پکارو، یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف والی چیز ہے، ﴿سورۃ الاحزاب: ۵﴾ انہوں نے سرکار انبیا کرام ﷺ کے حسن اخلاق کی بدولت اپنے حقیقی باپ اور چچا کو چھوڑ دیا تھا، جب بعثت محمدی کا ظہور ہوا تو تمام حالات و واقعات پر ان کی گہری نظر تھی، آپ کا لافانی کردار بھی نگاہوں کے سامنے جگمگا رہا تھا، لہذا اعلان نبوت سنتے ہی حضور تاجدار عرب و عجم ﷺ کی تصدیق کر دی، حضرت معمر کا بیان ہے کہ ہمیں معلوم نہیں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما

سے پہلے بھی کوئی شخص اسلام لایا ہے، انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ خبر دی ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے اور اس کے رسول نے بھی اس پر انعام کیا ہے اور ان کا نام لے کر ان کا ذکر کیا ہے، ﴿ مختصر سیرۃ الرسول ص ۱۵۱ ﴾ شارحین فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے آزاد کردہ غلاموں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

### اعجازِ سیرتِ رسول ﷺ:

ان قریبی افراد کو دیکھ کر حضور پیغمبر نور ﷺ کی عظیم الشان سیرت کو سارا زمانہ سلام نیاز پیش کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے، کیونکہ کسی بھی انسان کی حقیقت حال سے اسکی بیوی آگاہ ہوتی ہے، وہ جانتی ہے کہ معاشرے میں اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنے والا گھر کی چار دیواری میں کونسی زندگی بسر کر رہا ہے، پھر اس کے بچپن کا ساتھی اور جگری دوست اس کی خامیوں سے آشنا ہوتا ہے، پھر اس کے گھر کا دیرینہ ملازم اسکی کمزوریوں سے واقف ہوتا ہے، اللہ اکبر! کیا شان کردار ہے، حضور احمد مختار ﷺ پر سب سے پہلے یہی قریبی افراد ایمان لائے اور انہوں نے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے تسلیم کیا کہ ان کے کردار میں ایک معمولی سی لغزش بھی موجود نہیں، فرانس کے عظیم دانشور، مورخ اور فلاسفر اور اٹھارویں صدی کے خیالات انقلابی کے داعی واثیر (Voltaire) نے لکھا ہے No man is hero to his valet، ہر انسان اپنی شرافت اور دلیری، اپنی شہرت اور شجاعت کے نقوش سب سے پہلے ان لوگوں کے اذہان پر ثبت کرتا ہے جو اس کے قریبی نہیں ہوتے، جنہوں نے اسکی کمزوریوں اور توانائیوں، اس کے معائب اور محاسن کا بہ چشم خود جائزہ نہیں لیا ہوتا لیکن ختمی

مرتبہ ﷺ کے سلسلے میں تاریخ کا فیصلہ مختلف تھا، یہاں آپ ﷺ پر ایمان لانے والے گھر کے آدمی تھے، عزیز اور دوست تھے، خدمت گزار تھے، بیوی سے زیادہ انسان کے رویوں اور طرز عمل سے کون واقف ہوتا ہے، دوست سے زیادہ اس کے دل و دماغ کی صلاحیتوں اور اخلاقی گراؤٹوں پر کس کی نظر ہوتی ہے، خدمتگار سے زیادہ اسکی عادات ستودہ اور اطوار ذمیرہ سے کون خبردار ہوتا ہے، یہی وہ لوگ تھے جو آپ کی رسالت کا اقرار کرتے ہوئے آپ کی دعوت انقلاب پر لبیک کہنے والے تھے، انہوں نے مشرکانہ کلچر کی ہر رسم و رواج سے منہ موڑتے ہوئے اس نظام تمدن و اخلاق کو اپنالیا تھا جس کا ماخذ وحی الہی تھا اور جس کا بہترین نمونہ رحمۃ للعالمین کی ذات گرامی تھی، کیا ان سابقوں اولوں نے اسلام کسی مجبوری کے تحت قبول کیا تھا؟ کیا ان پر کسی کا احسان تھا جس کا وہ یوں بدلہ چکانا چاہتے تھے، نہیں، انہوں نے اس طبعی جبریت (Physical Determination) کا پوری طرح مطالعہ کر لیا تھا، جس کے شکنجے میں ان کا پورا معاشرہ جکڑا ہوا تھا، انہوں نے اس نظام تمدن کا بھی جائزہ لیا تھا جس کی بنیاد بت پرستی پر رکھی گئی تھی اور جس کے سبب ان کی زندگی مہویت کا شکار ہو چکی تھی، وہ اس سماج کو بھی دیکھ بھال چکے تھے جس نے نسب پرستی اور استخوان فروشی ایسی لعنت کو جنم دیا تھا اور انسانوں کو طبقات میں تقسیم کر رکھا تھا وہ اس نظام پاپائیت کی خرابیوں سے بھی بخوبی آگاہ تھے جس نے مذہب کی آڑ میں سادہ لوح اور غریب لوگوں کا خون چوس لیا تھا، اب انہیں ایک مسیحا نظر آیا تھا جو ”پانی کے مشکوں کو شراب میں تو نہیں بدل دیتا“ نہ کوڑھیوں کو ابرص کے روگ سے نجات دلاتا تھا اور نہ ہی مردوں کو دوبارہ زندہ کرتا تھا لیکن اس نے حرمت شراب کا حکم دے کر پوری انسانیت کو غرق مے ناب ہونے سے بچالیا اور دل کے روگیوں



اور عقل کے اندھوں کو قلب و نظر کی وسعتیں عطا کیں کہ وہ فطرت کے اشاروں کو سمجھنے اور سمجھانے والے بن گئے اور مردہ زندوں میں وہ روح پھونکی کہ وہ نہ صرف خود ایک عظیم سلطنت کے بانی ہوئے بلکہ دوسروں کو بھی جہانگیری اور جہاں بانی کے گر سکھانے والے بن گئے، ﴿ رسول مبین: ۲۷۲ ﴾ مشہور اسکالر ایڈورگین نے لکھا ہے کہ دلوں کی تسخیر کے سلسلے میں یہ محبوبِ داوڑِ محشر کی ابتدائی فتوحات تھیں، بیوی کا خاوند کے دعوائے نبوت کی تصدیق کر دینا، خادم کا سر تسلیم خم کر دینا، شاگرد کا بلا چون و چرا سپر ڈال دینا اور ایک مشفق دوست کا بلا تامل نبی مان لینا ایسے واقعات ہیں جو نبوت کی پوری تاریخ میں خال خال نظر آتے ہیں، ﴿ تاریخ زوالِ رومہ: ۳: ۹۲ ﴾ مشہور مورخ سر ولیم میور نے لکھا ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان لے آنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کی ضمانت ہے، ان کا خلوص ہر قسم کے شک و شبہ سے بالا ہے، ﴿ حیات محمد: ۲: ۱۰۳ ﴾

### حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خاندان بنو امیہ کے چشم و چراغ تھے، اپنی فیاضی، دریادلی، خوش حالی، خوبصورتی اور اعلیٰ نسب کی وجہ سے مشہور تھے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے از حد قدردان تھے اور ان کے حلقہ احباب میں خصوصی مقام رکھتے تھے، حضرت امام ابن عساکر نے ان کا واقعہ لکھا ہے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں صحنِ کعبہ میں موجود تھا، ایک شخص نے خبر دی، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ابو لہب کے بیٹے عتبہ سے کر دیا ہے، چونکہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بہت حسین خاتون تھیں اس لئے میرے دل میں یہ حسرت پیدا ہوئی کہ میں نے کیوں نہ ان کی طرف

سبقت کی، کچھ دیر بعد میں گھر چلا گیا، وہاں میری خالہ بیٹھی ہوئی تھی جو کاہنہ تھی، اس نے مجھے کہا، اے عثمان! تمہیں بشارت ہو کہ تم پے در پے تین بار عزت و توقیر سے نوازے جاؤ گے، پھر تین بار اور پھر تین بار، اس کے بعد مزید ایک بار تا کہ دس باریاں پوری ہو جائیں، تمہارے پاس خیر آئی اور تم شر سے محفوظ رہے، اللہ جانتا ہے کہ تمہارا نکاح ایک حسین دوشیزہ سے ہوگا کیونکہ تم خود کنوارے ہو تو تمہیں دوشیزہ ہی ملے گی، وہ خاتون ایک عظیم المرتبت کی لخت جگر ہے، تم نے اسے حاصل کر لیا، میں نے اپنی خالہ کی پیش گوئی پر تعجب کیا، اے خالہ تم کیا کہہ رہی ہو، اس نے کہا، اے عثمان! تم صاحب جمال بھی ہو اور اہل زبان بھی، تم صاحب برہان، حامل تنزیل و فرقان، پیغمبر برحق ﷺ کے سپرد ہو جاؤ، ایسا نہ ہو کہ بت تمہیں فریب زدہ کر دیں، میں نے کہا، اے خالہ تم ایسی بات کر رہی ہو جس کا ہمارے شہر میں کوئی چہ چاہیں، اس نے کہا، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر کتاب نازل فرمائی ہے، وہ کتاب اللہ کی طرف بلا تے ہیں، ان کی شمع ہدایت حقیقت میں شمع ہے، ان کا دین فلاح ہے، ان کا حکم ماننے میں نجات ہے، ان کا زمانہ جنگ و جدال کا زمانہ ہے، یہ تمام سر زمین ان کے زیر فرمان ہے، اگرچہ جہاد میں کفار قتل ہوں، تلواریں کھینچی جائیں، نیزے بلند کئے جائیں لیکن چیخنا چلانا کچھ نفع نہ دے گا، پس یہی بہتر ہے کہ تم خود کو ان کی سپردگی میں دے دو، اس کے بعد میں پلٹ آیا اور خالہ کی باتیں میری لوح دل پر کندہ ہو گئیں، میں اپنے اچھے دوست حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور خالہ کی باتوں کا تذکرہ کیا تو انہوں نے نہایت مخلصانہ انداز میں فرمایا، اے عثمان تم ایک سمجھدار اور سلیم الطبع شخص ہو، بیشک وہ تمہیں حق کی طرف متوجہ کرنے والی حق شناس خاتون ہیں، حضور اکرم ﷺ کے بارے میں ان کی

اطلاع درست ہے، اگر تم ان کی دعوت و ہدایت کو سننا چاہتے ہو تو چلو، میں نے کہا، ضرور، پھر میں حضور اکرم ﷺ کے دربار گوہر بار میں آیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا، اے عثمان! اللہ تمہیں جنت کی طرف بلاتا ہے اور میں اس کا رسول ہوں، حضرت عثمان غنی فرماتے ہیں، خدا کی قسم! جب میں نے آپ کا کلام سنا تو بے اختیار ہو گیا اور اسی وقت اسلام قبول کر لیا، کچھ عرصے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی نور چشم حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے میرا نکاح ہو گیا، اس وقت لوگ کہا کرتے تھے، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کا جوڑا کتنا اچھا ہے، اسی طرح میری حالہ کی پیش گوئی پوری ہو گئی، ﴿ خصائص کبریٰ: ۱: ۳۱۳ ﴾

### حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا شمار بھی مکہ کے دولتمند اور فیاض انسانوں میں ہوا کرتا تھا، آپ بہت خوبصورت تھے، آپ نے بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تحریک و ترغیب پر اسلام قبول کیا لیکن اس کے پیچھے کچھ اور بھی محرکات کار فرما تھے، حضرت امام ابن عساکر نے حضرت عبدالرحمن بن حمید کے دادا سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کی بعثت کے سال اول میں یمن کا سفر کیا اور عسقلان حمیری کے پاس قیام کیا، وہ بہت بوڑھا اور کمزور تھا، اسے ثقل سماعت بھی تھا، اس کی اولاد کا سلسلہ طویل تھا، صبح کو اسے مسند پر بٹھایا گیا اور سب بیٹے، پوتے اور پڑپوتے سلیقے کے ساتھ اس کے روبرو بیٹھ گئے، مجھے بھی مہمان کی حیثیت سے بٹھایا گیا، حمیری بزرگ نے مجھے کہا، اے قریشی مہمان! اپنا نسب تو بیان کرو، میں نے دوبارہ سلام کیا اور کہا، میرا نام عبدالرحمن ہے، میں عوف بن عوف بن عبدالرحارث بن زہرہ کا بیٹا ہوں، اس نے کہا، اے

معزز زہری مہمان! بس کافی ہے، باقی سے میں خود واقف ہوں، میں نے کہا ضرور بتائیے، اس نے کہا میں تمہیں تعجب میں ڈالنے والی اور شوق و رغبت پیدا کرنے والی بشارت سناتا ہوں، گزشتہ ماہ تمہاری قوم میں ایک نبی مبعوث ہوا ہے، جس کے خصائل پسندیدہ ہیں، اس پر کتاب نازل ہوئی ہے اور اس کیلئے ثواب مقرر کیا گیا ہے، وہ اصنام پرستی سے روکتا ہے اور اسلام کی طرف بلاتا ہے، اس نے کہا، وہ بنی ہاشم سے ہے اور تم لوگ اس کے ننھالی ہو، تم قیام کو مختصر کرو اور جلد لوٹ جاؤ، اسی نبی مبعوث سے تعاون کرو، اس کی تصدیق کرو اور پھر میرے ان اشعار کو اس کی بارگاہ میں پیش کر دو۔

اشہد باللہ ذی المعالی	، و فالح اللیل و الصبح
انک فی السرو من قریش	یا ابن المفدی من الذباح
ارسلت تدعو الی یقین	ترشد للحق و الفلاح
اشہد باللہ رب موسیٰ	انک ارسلت بالبطاح
فکن شفیع الی ملیک	یدعو البرای الی الفلاح

ترجمہ: میں اللہ کی گواہی دیتا ہوں جو بلند یوں والا ہے اور سلسلہ روز و شب کو قائم رکھنے والا ہے، بیشک آپ جو اں مردی میں قریش ہیں اور اسکے فرزند ہیں جس کا ذبیحے سے فدیہ دیا گیا، آپ رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں، آپ یقین، حق اور فلاح کا راستہ دکھاتے ہیں، میں اللہ کی گواہی دیتا ہوں جو موسیٰ کا رب ہے، بلاشبہ آپ بطحا میں رسول بن کر تشریف لائے ہیں، اے اللہ کے رسول! آپ اللہ کی بارگاہ میں

شفاعت فرمائیے جو لوگوں کو فلاح کی طرف بلاتا ہے۔

حضرت عبدالرحمن فرماتے ہیں: میں نے اشعار کو یاد کر لیا اور اپنی ضروریات جلد از جلد پوری کر کے مکہ مکرمہ لوٹ آیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور تبادلہ خیال کیا تو انہوں نے فرمایا، وہ حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تم ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہو جاؤ، چنانچہ میں بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا، آپ اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف فرما تھے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مجھ پر پڑی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور کہا: تم میرے لئے ایک امانت لے کر آئے ہو، کسی بھیجنے والے نے تمہیں پیغام کے ساتھ بھیجا ہے، جو کچھ ہے بیان کرو، مجھے اپنے میزبان اور بوڑھے حمیری کا پیغام یاد آ گیا، میں نے آپ کی خدمت میں اسکے ارادت مند اشعار پڑھے جو دراصل اس کے والہانہ جذبات تھے اور شعر و نغمہ میں اپنی پر زور کیفیت کی وجہ سے ڈھل گئے تھے، اس کے ساتھ ہی میں نے اسلام قبول کر لیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معمر حمیری خاص مومنین میں شامل ہے، چونکہ ایسے لوگ جنہوں نے مجھے اپنی چشم سر سے نہیں دیکھا مگر میری تصدیق کی، مجھ پر ایمان لائے اور انہوں نے میری محبت میں اپنی آنکھوں کو پر نم اور دلوں کو داغدار کر لیا وہ میرے سچے بھائی ہیں، ﴿خصائص کبریٰ: ۱: ۲۶۳﴾

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب کے لخت جگر، ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے، قریش کے نوخیز جوان حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے بارہ یا پندرہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا، آپ کے چچا نے ظلم و تشدد کی انتہا کر دی، وہ آپ کو چٹائی میں لپیٹ کر رسی باندھتا اور نیچے دھواں

چھوڑ دیتا تا کہ اس وحشتناک سزا سے دلبرداشتہ ہو کر دامن اسلام سے خارج ہو جائیں مگر آپ پورے عزم و استقامت سے جواب دیتے، اللہ کی قسم میں کبھی کفر کی طرف نہیں آؤں گا، آپ نے قدم قدم پر اسلام کیلئے بیش بہا قربانیاں پیش کیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے فرمایا کہ زبیر میرا حواری ہے، ان کے قبول اسلام میں بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تبلیغ و تحریک کا اثر نمایاں تھا، ان کی شادی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے انجام پائی جس کے لطن اطہر سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جیسے فرزند اسلام نے جنم لیا۔

### حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام :

عشرہ مبشرہ کے رکن و لا آراء طلحہ الخیر اور طلحہ الجود کے القاب سے مشرف، عظیم جانثار شمع نبوت، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سعی مشکور کی برکت سے مشرف بہ اسلام ہوئے، ان کا واقعہ بھی بہت ایمان افروز ہے، حضرت امام ابن سعد اور حضرت امام بیہقی نے روایت کی ہے، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بصری کے بازار میں گیا ہوا تھا، وہاں کے صومہ کے راہب کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ ان نووارد سودا گروں سے پوچھو کہ ان میں کوئی حرم مکہ کا رہنے والا ہے، میں نے جواب دیا، جی ہاں، میں حرم مکہ کا رہنے والا ہوں، راہب نے پوچھا، کیا سرزمین حرم میں احمد نے ظہور کیا ہے اور وہ آخری نبی ہیں، ان کے ظہور کا مقام حرم ہے اور ہجرت کی جگہ نخلستانی، پتھریلی اور شور کی زمین ہے، تمہیں چاہئے کہ ان پر ایمان لانے میں سبقت کرو، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھ پر راہب کی بات کا اثر ہوا، میں نے مکہ مکرمہ میں آ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو راہب کا بیان سنایا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے ساتھ ہو گئے، پھر ہم رسول

اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور وہاں انہوں نے سارا واقعہ بیان کیا جسے سن کر آپ بہت مسرور ہوئے، اس طرح میں نے اسلام قبول کر لیا، ﴿خصائص کبریٰ: ۱: ۲۵۸، سیرت حلبیہ: ۱: ۲۶۵﴾ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام سے نوفل بن عدویہ کو بہت تکلیف ہوئی، اس نے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما کو ایک رسی سے باندھ دیا، اسی وجہ سے ان دونوں حضرات گرامی کا لقب عام طور پر ”قرینین“ پڑ گیا۔

### حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

فاتح ایران، فارس الاسلام، مجاب الدعوات، محبوب سید المرسلین، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ترغیب و تحریک پر مسلمان ہوئے، حضرت امام ابن ابی الدنیا اور حضرت امام ابن عساکر نے انہی سے روایت بیان کی ہے کہ میں نے قبول اسلام سے تین روز قبل ایک خواب دیکھا، میں ایک تاریک ماحول میں ہوں، دفعتاً مجھے چاند کی روشنی نظر آئی، میں اس روشنی کے پیچھے چلا اور دیکھا کہ کچھ لوگ اس روشنی تک پہنچنے میں سبقت حاصل کر چکے ہیں، میں ان لوگوں کے نزدیک ہوا تو پہچان لیا، ان میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نظر آئے، میں نے ان حضرات سے دریافت کیا کہ تم اس جگہ کب آئے، انہوں نے جواب دیا، ہم چاند کے روشن ہوتے ہی اس تک پہنچ گئے تھے، پھر کچھ ہی دن ہوئے تھے کہ میں نے اجیاد کی وادی میں حضور اکرم ﷺ سے ملاقات کی اور پوچھا کہ آپ کی دعوت کیا ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی توحید اور میری رسالت کی دعوت، میں نے اس کو قبول کیا اور کلمہ شہادت پڑھ کر داخل اسلام ہو گیا،

﴿خصائص کبریٰ: ۱: ۳۰۶﴾ حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا، جس روز میں نے اسلام قبول کیا اس روز اور کوئی مسلمان نہیں ہوا، بلکہ سات روز تک میں اسلام میں تیسرا شخص رہا، ﴿بخاری کتاب المناقب﴾ آپ کی والدہ بہت سخت خاتون تھی، اسے معلوم ہوا کہ اس کا فرزند حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کرم سے وابستہ ہو چکا ہے اور اسکے باطل معبودوں کے خلاف علم بغاوت بلند کر رہا ہے تو اس نے عہد کیا کہ جب تک وہ آبائی دین میں واپس نہیں آئے گا، وہ کھانا اور پینا اور سائے میں بیٹھنا چھوڑ دے گی، اسے یقین کامل تھا کہ اس کا فرزند اسکی یہ اذیت گوارا نہ کر سکے گا، والدہ کے چہرے پر نقاہت کے آثار ظاہر تھے، کمزوری میں شدت آرہی تھی، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے والدہ کی ضد دیکھ کر کہا، اے ماں! اللہ کی قسم اگر تیری سو جانیں بھی ہوں اور وہ باری باری ہلاک ہوتی رہیں تو میں پھر بھی دین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں چھوڑ سکتا، اب تیری مرضی ہے، کھاؤ یا نہ کھاؤ، آپ فرماتے ہیں: فلما رات ذالک اكلت، میرا یہ عزم دیکھ کر اس نے کھانا کھالیا، ﴿میرت نبویہ دحلان: ۱: ۱۸۸﴾

محمد ﷺ ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا

پدر مادر برادر جان مال اولاد سے پیارا

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

حضرت امام احمد اور حضرت امام ابن سعد نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان میں تشریف فرماتے تھے کہ سامنے سے حضرت عثمان بن مظعون کا گزر ہوا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آواز دی، وہ آئے تو انہیں بیٹھ جانے کا حکم دیا، اتنے میں



آپ پر وحی الہی کا نزول شروع ہو گیا، حضرت عثمان بن مظعون حیرت و استعجاب سے دیکھتے رہے، جب آپ کی حالت بحال ہوئی تو انہوں نے پوچھا، آپ کے چہرے کا رنگ متغیر تھا اور نگاہ ایک خاص زاویہ پر جمی رہی پھر اوپر کو اٹھی جیسے کسی جانے والے کا تعاقب کر رہی تھی، آپ نے فرمایا: ابھی حضرت جبریل علیہ السلام آئے تھے، حضرت ابن مظعون نے پوچھا، انہوں نے آپ سے کیا کہا، آپ نے فرمایا، انہوں نے یہ پیغام خداوندی پہنچایا ہے، ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتای ذی القربیٰ وینہی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذكرون ۝ بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی کا اور رشتہ داروں کو کچھ عطا کرنے کا، اور وہ روکتا ہے بے حیائی سے اور برائی سے اور سرکشی سے، وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم دھیان کرو، ﴿سورۃ النحل: ۹۰﴾ حضرت ابن مظعون فرماتے ہیں کہ اسی وقت سے میرے دل میں اسلام کی محبت اور منزلت پیدا ہو گئی، ﴿خصائص کبریٰ: ۱: ۳۲۵﴾

### حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

حضرت امام ابن سعد اور حضرت امام بیہقی نے حضرت عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ متقدمین اسلام سے تھے، ان میں قبول اسلام کا جذبہ پیدا ہونے کا واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ جہنم کے کنارے کھڑے ہیں، پھر انہوں نے جہنم کی وسعت بیان کی جس کو خدا ہی خوب جانتا ہے، انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے والد انہیں جہنم میں دھکیل رہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخول جہنم سے روک رہے ہیں، وہ خوف زدہ ہو کر بیدار ہوئے اور کہا کہ یہ خواب برحق ہے، پھر وہ حضرت ابو بکر

صدیق ﷺ کے پاس آئے اور ان سے بیان کیا تو آپ نے جواب دیا، اللہ کے رسول ﷺ تمہاری بھلائی کے خواستگار ہیں، تم ان سے رجوع کرو، پس وہ حضور اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا، آپ کس امر کی دعوت دیتے ہیں، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں کہ وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، تم جن پتھروں کی پرستش میں مبتلا ہو اس سے باز آ جاؤ، کیونکہ وہ پتھر نہ سن سکتے ہیں، نہ وہ نقصان پہنچا سکتے ہیں، اور نہ نفع دے سکتے ہیں، وہ تو اتنا بھی نہیں جانتے کہ ان کی پوجا کون کرتا ہے اور کون نہیں، یہ سن کر حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ ایمان لے آئے، جب ان کے والد کو معلوم ہوا تو اس نے طرح طرح سے سختیاں کیں، ان کو ڈرایا کہ آج سے تمہیں کھانے اور پینے کو کچھ نہیں دوں گا، حضرت خالد نے فرمایا مجھے تمہارے رزق کی کوئی پرواہ نہیں، اللہ مجھے اتنا رزق عطا کرے گا کہ میں اس سے زندگی گزار لوں گا اور تم سے کوئی سوال نہیں کروں گا، ﴿خصائص کبریٰ، ۱: ۳۰۴، سیرت نبوی لابن کثیر: ۱: ۲۲۵﴾

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ سے ایک اور خواب بھی منقول ہے، انہوں نے دیکھا کہ آب زم زم کے کنویں سے ایک نور خارج ہوا ہے جس سے وادی ام القریٰ چمک اٹھی ہے اور مدینہ طیبہ کے نخلستان تاب ناک ہو گئے ہیں، ان کے بھائی عمرو بن سعید نے تعبیر بتائی کہ یہ امر عظیم حضرت عبدالمطلب کے خاندان سے ظاہر ہوگا، پھر سرکار ابد قرار ﷺ سے بات ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ وہ نور میری ذات ہے، یہ واقعہ کتاب الوفا، خصائص کبریٰ اور دیگر کتب سیرت میں موجود ہے، یہ واقعہ ہم قدرے تفصیل کے ساتھ لکھ چکے ہیں۔

## حضرت عمیر بن حبیب رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

حضرت ابن ابی الدنیا، حضرت امام بہقی اور حضرت امام ابو نعیم نے حضرت امام شعبی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مجھ سے جہدیہ کے ایک شیخ نے بیان کیا، زمانہ جاہلیت میں ایک شخص تھا، اس کا نام عمیر بن حبیب تھا، وہ اتنا بیمار ہوا کہ اس پر بیہوشی کا غلبہ طاری ہو گیا، ہم نے اسے مردہ سمجھ کر اوپر چادر ڈال دی اور قبر کھودنے کا انتظام کر دیا، ابھی ہم اس کے پاس ہی بیٹھے تھے کہ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا، میں جس حالت سے واپس ہوا ہوں، اس کو تم دیکھ رہے تھے، مجھ پر بیہوشی طاری تھی، اسی حالت میں مجھ سے کہا گیا کہ تجھ پر تیری ماں روئے کیا تو نہیں دیکھتا کہ تیری قبر کھودی گئی اور قریب تھا کہ تیری ماں تجھ پر روتی اور کیا تو نہیں دیکھ رہا کہ ہم نے اس قبر کو تیرے سوا دوسرے شخص کیلئے بدل دیا اور اس قصص نامی شخص کو اس میں رکھ کر پتھروں سے بھر دیا، کیا اب تو اسی نبی مبشر صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے گا اور اپنے رب کے ساتھ شکر و سپاس اور ابنائے نوع کے ساتھ صلہ رحمی اختیار کرے گا اور مشرب ضلالت اور مشرکانہ جہالت کو چھوڑ دے گا، میں نے پر اخلاص انداز سے عرض کیا، ہاں ضرور ایمان لاؤں گا، لہذا مجھے چھوڑ دیا گیا ہے، لوگوں نے اس واقعہ عجیب کے بعد قصص نامی شخص اور اس کے حالات دریافت کرنے کیلئے ایک جماعت کو بھیجا تو معلوم ہوا کہ وہ واقعی مرچکا ہے اور اسی گڑھے میں اس کو دبا دیا گیا ہے، حضرت عمیر بن حبیب رضی اللہ عنہ اس واقعہ کے بعد عرصہ دراز تک زندہ رہے، یہاں تک کہ عہد رسالت آیا تو حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ ﴿ ایضاً: ۱۰۸ ﴾

## حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

حضرت امام ابو داؤد نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں اپنی نو عمری میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا، ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے نوجوان! کیا ہمیں دودھ پلاؤ گے، میں نے عرض کیا، دودھ تو ہے لیکن میں امانتدار ہوں، آپ نے فرمایا، کوئی ایسی بکری ہے جو دودھ کے قابل نہ ہوئی ہو، میں نے عرض کی، ہاں، پھر میں نے ایک بکری آپ کی خدمت میں پیش کر دی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے رسی سے جکڑا اور آپ نے اس کی کھیری کو پکڑ کر دعا کی تو اسی وقت دودھ سے بھر گئی، آپ نے اسے دوہا اور دودھ مجھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا، پھر خود نوش فرمایا، اس کے بعد اس کھیری کو حکم دیا کہ سکڑ جا تو وہ پہلے کی طرح سکڑ گئی، یہ شان اعجاز دیکھ کر میں نے اسلام قبول کر لیا، میں نے عرض کی حضور! مجھے کچھ علم عطا کیجئے، آپ نے میرے سر پر دست شفقت پھیرا اور فرمایا، اللہ تمہیں برکت عطا فرمائے، تم ایک تعلیم یافتہ نوجوان ہو، ﴿ سیرت حلبیہ ۱: ۲۶۶، سیرت نبویہ ۱: ۴۴۴ ﴾ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے برکت آثار کا فیضان تھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا شمار جلیل القدر صحابہ میں ہوتا ہے، یہ ساری زندگی آپ کی خدمت خاص پر مامور رہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مقدس کو سنبھالنے کا فریضہ ان کے ذمے تھا، انہیں جنت کی خوشخبری بھی حاصل ہوئی، ۱۔

۱۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ فقہ انہی کے ساتھ جا ملتا ہے، آپ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے شاگرد تھے، آپ نے انہیں کی روایات پر اپنی فقہ اور اجتہاد کی بنیاد رکھی، گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ فقہ حنفی دراصل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وساطت سے پہنچنے والے آثار نبوت کا نام ہے۔

## حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا نام لبوں پر آتے ہی عشق و مستی کی دنیا پر ایک وجدان طاری ہو جاتا ہے، آپ بھی متقدمین اسلام میں شامل ہیں، آپ کے قبول اسلام کا کوئی مستند واقعہ کتابوں میں دکھائی نہیں دیتا، گمان غالب ہے کہ آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعلیمات اور ارشادات سے متاثر ہو کر مسلمان ہوئے تھے کیونکہ آپ کا آقا امیہ بن خلف جمحی بنو جمح کے جس محلے میں قیام پذیر تھا اسی محلے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رہائش گاہ تھی، آپ بھی اس کے ہمراہ وہاں رہا کرتے تھے، ایک انگریز مورخ ایچ اے ایل گرگ نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ پر کتاب رقم کی ہے، اس میں سے ایک واقعہ پیش خدمت ہے، حضرت بلال فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی بار دیکھا تھا لیکن آج تک ان سے کوئی بات نہیں کی تھی، عکاظ کے میلے کے بعد جب قافلے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے تو مکہ مکرمہ سکر جاتا، گلیوں میں وہی پہچانے ہوئے چہرے نظر آنے لگتے، کچھ مجھے غلام سمجھ کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے اور کچھ پہچانتے تو تھے مگر ایک غلام کے ساتھ رسم و راہ رکھنے کے روادار نہیں تھے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے مختلف تھے، وہ جب بھی میرے پاس سے گزرتے مجھے محبت کے انداز سے مسکرا کر دیکھتے، وہ مجھے بہت اچھے لگتے تھے، وہ پہلے درجے کے انسانوں میں شامل تھے مگر دوسروں کی طرح مجھے نچلے درجے کا انسان نہیں سمجھتے تھے، اپنی جماعت کے انسانوں میں واحد انسان تھے جنکی مسکراہٹ کو میں نے اپنے لئے محسوس کیا تھا، میرا دل کہتا تھا، اگر وہ کہتے ہیں کہ اللہ ایک ہے تو یقیناً ایک ہی ہوگا، اگر وہ کہتے ہیں میں اللہ کا رسول ہوں تو واقعی وہ اللہ کے رسول ہوں گے، یہ ساری سوچ میرے لاشعور میں تھی، ایک

رات میرا آقا امیہ بن خلف غلام خانے میں آیا اور اس نے براہ راست مجھے سوال کیا، سچ بتاؤ کہ تمہارا معبود کون ہے؟ میں نے فوراً کہہ دیا حضرت محمد ﷺ کا معبود ہی میرا معبود ہے، میں اس دیدہ دلیری کی سزا سے بے خبر نہیں تھا مگر یوں لگتا تھا کہ میرے اندر طاقت کا ایک سیلاب اٹھ آیا ہے جس کے سامنے امیہ اور اس جیسے خس و خاشاک سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے تھے، امیہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کی دھمکیاں دیتا ہوا غلام خانے سے نکل گیا، مجھے وہ اس وقت ایک بے بس بچہ لگ رہا تھا جس کا کوئی کھلونا ٹوٹ گیا ہو، اس کے بعد عبرتناک سزاؤں کا دور شروع ہو گیا، لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے لبوں سے احدا حد کی صدائیں نکلتی رہیں، وہ ایک کوہ گراں کی طرح طوفان کفر کے سامنے ڈٹے رہے، بالآخر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں خرید کر اسلام اور پیغمبر اسلام کیلئے آزاد کر دیا، اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس غلام بے نوا کا قبول اسلام صرف اور صرف اس پیکر حسن کے تبسم جانفزا کا نتیجہ ہے جس کی چمک سے اور بھی تاریک روحوں کو نور ہدایت نصیب ہوا تھا، جس کی مہک سے اور بھی اجڑے ہوئے دیاروں میں بہار جاوداں پیدا ہوئی تھی۔

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے  
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام  
جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑے  
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

حضرت ابو قرق حانہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

حضرت شیخ احمد بن احمد بن سلامہ نے ان کے قبول اسلام کا ایمان افروز واقعہ اس طرح رقم فرمایا ہے، وہ فرماتے ہیں، میں اپنی والدہ اور خالہ کے پاس

رہتا تھا اور بکریاں چرایا کرتا تھا، میری خالہ مجھے اکثر کہا کرتی تھی کہ بیٹا حضور اکرم ﷺ کے قریب نہ جانا، وہ تمہیں اغوا کر لیں گے مگر میں اپنی بکریوں کو چراگاہ میں چھوڑ کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو جاتا اور سارا دن آپ کی باتیں سنا کرتا تھا، مجھ سے خالہ نے کہا کہ کیا وجہ ہے بکریوں کے تھن خشک ہیں، میں نے کہا مجھے کوئی علم نہیں، ایک دن میں مسلمان ہو گیا اور آپ کی خدمت اقدس میں اپنی خالہ کی بات عرض کی اور بکریوں کا حال بھی بیان کیا، آپ ﷺ نے فرمایا، اپنی بکریاں میرے پاس لاؤ، چنانچہ میں انہیں آپ کے پاس لے گیا، سرکارِ دو عالم ﷺ نے ان بکریوں کے تھنوں اور پشتوں پر اپنا دست اقدس پھیرا اور اس میں برکت کی دعا کی تو وہ دودھ اور مکھن سے بھر گئیں، اب میری خالہ نے کہا بیٹے! بکریوں کو ایسے ہی چرایا کرو، میں نے اپنی والدہ اور خالہ کو اپنے مسلمان ہونے کا واقعہ بتایا تو وہ بھی مسلمان ہو گئیں، ﴿ نوادر القلوبی ص ۳۹۸ ﴾

### حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ بہت زیادہ جانثار صحابی تھے، ان کا والد کسریٰ ایران کا ملازم تھا، جب رومی لشکر نے ایران پر حملہ کیا تو یہ بچپن کی عمر میں قیدی بنائے گئے تھے، ان کی پرورش روم میں ہوئی، اسی لئے ان کو ”رومی“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، ذرا جوان ہوئے تو عرب کے گروہ نے انہیں خرید اور بازار عکاظ میں لا کر عبداللہ بن جدعان کے ہاتھ فروخت کر دیا، حضور اقدس ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد ایک دن دربار نبوت کے قریب ہی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا، اے صہیب کہاں کا ارادہ ہے، آپ نے فرمایا، حضور نبی کریم ﷺ کی گفتگو سننے کیلئے آیا تھا، آپ کی

خدمت اقدس میں حاضر ہونا چاہتا ہوں، حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا، میرا بھی یہی ارادہ ہے، پھر دونوں حاضر دربار کرم ہوئے تو صاحب کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش آمدید کہا، حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے سامنے قرآن پاک کی چند آیات کی تلاوت فرمائی اور اسلام کی روشن تعلیمات سے روشناس کروایا، آپ کی نورانی گفتگوں کر دونوں کے دل کی دنیا میں انقلاب برپا ہو گیا، پھر دونوں حلقہ بگوش اسلام ہو گئے، رات کو چھپ چھپا کر اپنے گھر پہنچے تو حضرت عمار کی والدہ نے پوچھا، تم سارا دن کہاں رہے ہو، انہوں نے صاف بتا دیا کہ میں نے حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی قبول کر لی ہے اور دین اسلام میں داخل ہو گیا ہوں، پھر انہوں نے اپنے والدین کے ہاں اسلام کی تعلیمات پیش کیں اور قرآن پاک کی چند آیات بھی تلاوت سے کیں جو انہوں نے آج ہی یاد کر لی تھیں، وہ دونوں بھی از حد متاثر ہوئے اور اسی وقت اسلام کے دائرے میں داخل ہو گئے، حضرت عمار کے والد کا نام یاسر اور والدہ کا نام سمیہ ہے، انہوں نے اسلام کی خاطر ظلم و تشدد کے ایسے ایسے پہاڑ برداشت کئے کہ عزم و استقامت کی تاریخ آج بھی صدائے آفرین بلند کر رہی ہے۔

### حضرت حصین رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

حضرت عمران رضی اللہ عنہ کے والد حضرت حصین رضی اللہ عنہ بہت زیادہ عقلمند انسان تھے، ان کا فرزند عمران تو پہلے ہی مسلمان ہو چکا تھا، اب قدرت الہی ان کیلئے راستہ ہموار کر رہی تھی، ہوا کچھ یوں کہ قریش مکہ نے ان سے کہا کہ آپ عقلمند انسان ہیں، آپ چل کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گفتگو کریں، چنانچہ انہوں نے حامی بھر لی، جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار نبوت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے



حاضرین مجلس سے فرمایا، اپنے سردار کیلئے جگہ کو کشادہ کر دو، گفتگو شروع ہوئی تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا، اے حصین! تم کتنے معبودوں کی عبادت کرتے ہو، انہوں نے کہا، سات معبود زمین پر ہیں اور ایک معبود آسمان والا ہے، آپ نے فرمایا، تکلیف کے وقت کس معبود کو پکارتے ہو، انہوں نے کہا، اس ایک معبود کو جو آسمان والا ہے، آپ نے فرمایا، افسوس کی بات ہے تمہاری پکار تو آسمان والا معبود سنتا ہے اور وہی اکیلا تمہیں تکلیف سے نجات دیتا ہے لیکن جب عبادت کا وقت آتا ہے تو زمین کے معبودوں کو شامل کر لیتے ہو، کیا تمہیں یہ شرک پسند ہے، اے حصین! اسلام قبول کر لو، خدا تعالیٰ کے عذاب سے بچ جاؤ گے، آپ کی نورانی گفتگو سے دل کے تاریک پردے اتر گئے اور انہوں نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا، ان کا بیٹا عمران تو بہت ہی زیادہ خوش ہوا، اس نے اٹھ کر اپنے خوش نصیب باپ کے سر، ہاتھ اور پاؤں کو چوم لیا، حضور اقدس ﷺ کی چشمان مبارک بھی رحمت بھرے آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں، جب وہ واپس جانے لگے تو آپ نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا، شیعوہ الی منزلہ، ان کو ان کی منزل تک چھوڑ آؤ، حضرت حصین کی قوم کے افراد باہران کا انتظار کر رہے تھے، وہ سمجھ گئے کہ یہ عقلمند انسان اب معبودان باطلہ کی قید سے آزاد ہو چکا ہے، ﴿ سیرت حلبیہ ۱: ۲۶۹ ﴾

### حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا نام جندب بن جنادہ تھا، آپ فطرت سلیم کے مالک تھے، بعثت نبوی سے تین سال پہلے نماز ادا کیا کرتے تھے، جدھر خدا تعالیٰ چاہتا تھا اُدھر چہرہ کر کے کھڑے ہو جاتے اور معبود برحق کی حمد و ثنا کر کے قلب بیقرار کو تسکین پہنچا لیتے، ایک دن آپ کو اطلاع موصول ہوئی کہ مکہ مکرمہ

میں ایک پیغمبر برحق مبعوث ہوا ہے، آپ نے اپنے بھائی انیس بن جنادہ کو بھیجا، وہ بہت اچھے شاعر تھے، جب وہ واپس آیا تو اس نے بتایا کہ میں نے ایک ایسے شخص عظیم کو دیکھا ہے جو نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا ہے، اس کا دعویٰ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے پوچھا، اس شخص عظیم کے بارے میں لوگوں کا کیا خیال ہے، اس نے بتایا کہ لوگ اسے کاہن، شاعر اور ساحر کہتے ہیں لیکن اللہ کی قسم وہ سچا ہے اور لوگ غلط کہتے ہیں، آپ نے کہا، اے بھائی! تم میرے اہل و عیال کا خیال رکھنا، میں بھی اس شخص عظیم کا دیدار کرنا چاہتا ہوں، چنانچہ آپ حرم مکہ میں آگئے، ایک روایت ہے کہ آپ تیس دن کعبہ مشرفہ کے صحن میں رہے اور آب زم زم سے غذا حاصل کرتے رہے، فرماتے ہیں، ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صحن کعبہ میں داخل ہوئے، طواف فرمایا اور نماز ادا کی، میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ”السلام“ والا سلام کہا، آپ نے جواب دیا، وعلیک ورحمة اللہ، آپ نے پوچھا، تم کس قبیلہ سے ہو، میں نے عرض کیا، غفار سے، آپ نے اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھ لیا، پھر پوچھا، کتنے دنوں سے آئے ہو، میں نے عرض کیا، تیس دن رات ہو چکے ہیں، آپ نے پوچھا، کھانا کون کھلاتا ہے، میں نے عرض کیا، صرف آب زم زم کی خوراک ہے، جس سے میں موٹا ہو گیا ہوں اور بھوک کا احساس تک نہیں رہا، آپ نے فرمایا، آب زم زم بڑی برکت والا پانی ہے، یہ ایک مکمل غذا ہے، پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مجھے ساتھ لے گئے اور طائف کے چھوہاروں سے تواضع کی، یہ مکہ مکرمہ میں میرا پہلا کھانا تھا، آپ سے دوسری ملاقات ہوئی تو فرمایا، میں ارض نخلستان کی جانب ہجرت کرنے والا ہوں، تم اپنی قوم کو دعوت حق دو، چنانچہ میں واپس آ گیا تو بھائی نے پوچھا، آپ اتنی دیر کیوں

لگا کر آئے، میں نے کہا، میں نے اس رسول برحق کی تصدیق کر دی ہے، بھائی پہلے ہی اسلام لا چکا تھا، پھر ہم دنوں کے کہنے پر والدہ بھی مسلمان ہو گئی، ہم نے مل جل کر اہل قبیلہ کو دعوت حق شروع کی تو ہجرت مدینہ سے پہلے آدھا قبیلہ اسلام لا چکا تھا، باقی لوگ ہجرت کے بعد اسلام میں داخل ہو گئے، ہماری طرف دیکھ کر بنو اسلم نے بھی اسلام قبول کر لیا، حضور اقدس ﷺ نے دعا فرمائی، غفار، غفر اللہ واسلم سالمہا اللہ، اللہ تعالیٰ بنو غفار کی مغفرت کرے اور بنو اسلم کو سلامت رکھے، ﴿ ملخصاً دلائل النبوة لابی نعیم ص ۲۲۳ ﴾ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے فوراً بعد کفار مکہ کے پاس آئے اور بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھا، کفار مکہ نے آپ کو اتنا مارا کہ آپ بیہوش ہو گئے، حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما نے آگے بڑھ کر کہا، اے گروہ قریش! تم تجارت پیشہ ہو، بنو غفار تمہارے راستے میں ہیں، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارا تجارتی راستہ بند ہو جائے، چنانچہ کفار مکہ نے آپ کو چھوڑ دیا، دوسرے روز بھی ایسا ہی معاملہ پیش آیا، ﴿ ایضاً ص ۲۲۵، بخاری کتاب المناقب ﴾ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ تین دن حرم مکہ میں رہے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حضور نبی کریم ﷺ کے کا شانہ رحمت میں آئے اور اسلام قبول کیا، وہ خفیہ دعوت کا دور تھا، جب ان کا سویا ہوا مقدر بیدار ہوا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر طائف کے خشک میووں سے دعوت کی گئی، ﴿ سیرت نبویہ دحلان ۱: ۱۹۲ ﴾ حضور اکرم ﷺ نے آپ کو دو باتوں کی نصیحت فرمائی، کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے، اور سچی بات ضرور کریں گے خواہ وہ کڑوی کیوں نہ ہو، انہوں نے ان نصیحتوں پر اس شان سے عمل کیا کہ زبان نبوت بھی پکارا نہیں، نیلگوں آسمان کے نیچے اور گرد آلود زمین

کے اوپر کوئی شخص نہیں جو ابوذر غفاری سے زیادہ سچ بولنے والا ہو۔

## حضرت عمرو بن عبسہ سلمیؓ کا قبول اسلام:

حضرت عمرو بن عبسہ سلمیؓ سے روایت ہے کہ میں دور جاہلیت میں ہی بت پرستی سے بیزار تھا اور اسے غلط سمجھتا تھا، کیونکہ ایسے پتھروں کی عبادت جو نفع دیں نہ نقصان، چہ معنی دارد، میں ایک اہل کتاب سے ملا اور اس سے بہتر دین کے بارے میں سوال کیا، اس نے کہا، مکہ مکرمہ میں ایک شخص کریم ظاہر ہوگا، وہ اپنی قوم کے خداؤں سے اظہار نفرت کرتے ہوئے کسی اور کی عبادت کی دعوت دے گا اور بہتر دین لے کر آئے گا، اگر تمہیں اس کی صحبت میسر آ جائے تو اسکی پیروی کرنا چنانچہ میرا معمول بن گیا کہ میں مکہ مکرمہ آتا اور یہ سوال کرتا کہ یہاں کوئی نیا واقعہ تو نہیں ہوا، لوگ کہتے، نہیں، میں یہ جواب سن کر لوٹ جاتا، میرا گھر مکہ مکرمہ سے قریب ہی تھا، اس لئے مکہ مکرمہ سے نکلنے والے ہر سوار سے پوچھتا رہتا کہ وہاں کوئی نئی خبر ہے، یہی جواب ملتا، نہیں، ایک دن ایک سوار سے پوچھا تو اس نے کہا، ایک شخص کریم نے ظہور کیا ہے جو معبودان قوم سے بیزار ہے اور کسی نئے دین کی دعوت دے رہا ہے، میں نے کہا یہی تو میرا وہ حبیب ہے جس کا مجھے انتظار تھا، میں نے فوراً رخت سفر باندھ لیا، مکہ مکرمہ پہنچ کر پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس شخص کریم کی سرگرمی ابھی خفیہ ہے اور قریش مکہ اس کے خلاف ہیں، میں تلاش بسیار کے بعد آپ تک پہنچ گیا، سلام کیا اور پوچھا، آپ کون ہیں، آپ نے فرمایا، میں اللہ کا رسول ہوں، میں نے کہا، آپ کو کس نے بھیجا ہے، آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے، میں نے سوال کیا، آپ کی دعوت کیا ہے، آپ نے فرمایا، صلہ رحمی کرو، خونریزی سے بچو، راستے پر امن بناؤ، بت پاش پاش کر دو اور صرف ایک خدا تعالیٰ کی عبادت کرو، میں

نے کہا، آپ کی دعوت کیا خوب ہے، میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں آپ پر ایمان لایا اور آپ کی تصدیق کی، اب کیا میں آپ کے پاس رہ سکتا ہوں، یا جیسے آپ کی مرضی، آپ نے فرمایا، لوگوں کی طرف سے میری مخالفت تو تم دیکھ چکے ہو، تم اپنے گھر رہو، جب تمہیں معلوم ہو کہ میں نے یہاں سے ہجرت کی ہے تو پھر میری پیروی کرنا، چنانچہ جب میں نے سنا کہ آپ سوئے مدینہ ہجرت کر گئے ہیں تو میں وہاں آپ کے پاس حاضر ہو گیا، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں، آپ نے فرمایا، ہاں تم وہی سلمیٰ شخص ہو جو میرے پاس مکہ مکرمہ میں آیا تھا اور میں نے تمہیں یہ جواب دیا تھا، میں خوشی سے کھڑا ہو گیا اور یقین کر لیا کہ جو علم اس مجلس سے مل سکتا ہے، سارے زمانے سے نہیں ملتا، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کس گھڑی میں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے، آپ نے فرمایا، رات کے آخری پہر میں، اس وقت نماز میں فرشتے پہنچتے ہیں اور وہ قبول ہوتی ہے، ﴿دلائل النبوة ص ۲۲۶﴾

### حضرت حابس بن دغنه رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

حضرت امام ابن کلبی نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ بنو کلب کے ایک مزدور کا نام حابس بن دغنه تھا، ایک دن وہ خوف زدہ ہو کر میرے پاس آیا اور کہنے لگا، اپنے اونٹوں کو سنبھال لیجئے، میں نے پوچھا تو کس وجہ سے اس قدر خوف زدہ ہے، اس نے جواب دیا کہ میں فلاں وادی میں تھا، میں نے ایک بوڑھے کو گھائی سے نمودار ہوتے دیکھا، اس کا سر رخمہ کی طرح تھا، اس نے کہا

یا حابس بن دغنه یا حابس لا تعرض الیک الوسوس

هذا سنا النور بكف القابس فاجنح الی الحق والالتوالس

ترجمہ: اے حابس بن دغنه! تو تو اپنے دل میں وسوسے پیدا نہ کر، یہ

روشنی تیرے نور بکف ہونے کی بنا پر ہے، حق کی طرف مائل ہو اور فریب میں مبتلا نہ ہو، وہ بوڑھا یہ کہہ کر غائب ہو گیا اور میں نے اونٹوں کو وہاں سے ہانک کر دوڑا ایک دوسری جگہ پر چرنے کیلئے چھوڑ دیا، میں لیٹ گیا تو پھر کسی کے ٹھوکڑ مارنے سے میری آنکھ کھل گئی، دیکھا تو وہ ہی بوڑھا موجود تھا، اب اس نے کہا ۔

يا حابس اسمع ما اقول ترشد  
لا تترك نهج الطريق الا قصد  
ترجمہ: اے حابس! میرے قول پر دھیان دینے سے تو ہدایت یافتہ ہو جائے گا، گمراہ شخص ہدایت یافتہ کی طرح نہیں ہوتا، اے حابس! تو اعتدال کے راستے کو نہ چھوڑ، بلاشبہ، دین احمد مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے تمام ادیان منسوخ ہو گئے،

حضرت حابس بن دغنه رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں بیہوش ہو گیا، بلاشبہ حق تعالیٰ نے اسلام کیلئے میرے دل کا امتحان لیا ﴿ تو میں اسکے فضل سے کامیاب ہو گیا ﴾ ﴿ خصائص کبریٰ: ۱: ۲۷۳ ﴾ اس زمانے میں مسلمان چھپ کر مکہ مکرمہ کی گھاٹیوں میں نماز ادا کرتے رہے، تاکہ مشرکین کو ان کے اسلام لانے کی خبر نہ ہو، ایک روز جب مسلمان ایک خفیہ مقام پر نماز ادا کر رہے تھے تو مشرکین مکہ کے ایک گروہ نے انہیں دیکھ لیا، سخت کلامی ہوئی اور نوبت ہاتھ پائی تک پہنچی، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اونٹ کی ہڈی اٹھا کر ایک شخص کے سر پر دے ماری جس سے اسکا سر پھٹ گیا، یہ شخص بنی تمیم سے تعلق رکھتا تھا اس خیال کے پیش نظر کہ کہیں مسلمانوں اور مشرکوں میں قبل از وقت تصادم نہ ہو جائے، حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ابی ارقم کے مکان کو دعوت حق کا مرکز بنا لیا، یہ مکان صفا کے قریب تھا، ﴿ الواقدی

ص ۲۳۶، سیرت ابن اہشام: ۱: ۲۲۳ ﴿ اب تمام مسلمان وہیں جمع ہوتے، اکٹھے نماز ادا کرتے اور آئندہ کے پروگرام کے بارے میں سوچتے، شعب ابی طالب میں آنحضور ﷺ کی اور آپ کے خاندان کی محصوری تک اسی مکان کو مرکزی حیثیت حاصل رہی، اب ہم خفیہ دعوت کے سہ سالہ دور کا جائزہ لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ قریش کے مختلف قبائل کے کن کن حضرات اور خواتین نے اسلام قبول کیا اور دیگر قبائل کے کن کن حضرات نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آنحضور ﷺ کی رسالت کا اقرار کرتے ہوئے دعوت حق پر لبیک کہا جو جمود و تعطل کی بجائے آزادی و حرکت کی، مفسد اخلاق کی بجائے مکارم اخلاق کی اور غلامی و محکومی کی بجائے عرب و عجم کی قیادت اور سرفرازی کی ضامن تھی، یہاں پر اللہ تعالیٰ کے ان پاکیزہ بندوں کی فہرست دی جاتی ہے جو اپنے جذبہ پیش قدمی کے سبب ”السابقون الاولون“ میں شامل ہوئے، وہ خدا سے راضی تھے، اس لئے خدا ان سے راضی ہوا۔

◎..... بنی ہاشم میں سے جعفر بن ابی طالب، ان کی بیوی اسماء بنت عمیس، صفیہ بنت عبدالمطلب، آروی بنت عبدالمطلب، ◎..... بنی المطلب میں سے عبیدہ بن الحارث بن مطلب، ◎..... بنی عبدشمس بن عبدمناف میں سے ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ، ان کی بیوی سہلہ بنت سہیل بن عمرو، ◎..... بنی امیہ میں سے عثمان بن عفان، ان کی والدہ اردی بنت کریم، خالد بن سعید بن العاص بن امیہ، ان کی بیوی امیمہ بنت خلف الخزاعیہ، ام حبیبہ بنت ابوسفیان، ◎..... خلفائے بنی امیہ میں سے عبد اللہ بن جحش بن رباع، ابو احمد بن جحش، عبد اللہ بن جحش، ◎..... بنی تیم میں سے اسماء بنت ابو بکر، ام رومان، طلحہ، اور ان کی والدہ، حارث بن خالد، ◎..... خلفائے بنی تیم میں سے صہیب بن سنان رومی، ◎..... بنی اسد بن عبد العزیٰ میں سے زبیر بن العوام، خالد بن حزام، اسود بن نوفل، عمرو بن

امیہ، ①..... بنی عبدالعزیٰ بن قصی میں سے یزید بن زمعہ بن الاسود، ②..... بنی زہرہ میں سے عبدالرحمن بن عوف، ان کی والدہ شفا بنت عوف، سعد بن ابی وقاص، عمیر بن ابی وقاص، عامر بن ابی وقاص، مطلب بن ازہر، ان کی بیوی رملہ بنت ابی عوف سہمیہ، طلیب بن ازہر، عبداللہ بن شہاب، ③..... خلفائے بنی زہرہ میں سے عبداللہ بن مسعود، عتبہ بن مسعود، مقداد بن عمرو الکندی، خباب بن الارت، شرجیل بن حسنہ الکندی، جابر بن حسنہ، جنادہ بن حسنہ، ④..... بنی عدی میں سے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل اور انکی بیوی فاطمہ بنت الخطاب، زید بن الخطاب، عامر بن ربیعہ الغزویٰ اور ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی شممہ، معمر بن عبداللہ بن نضله، نعیم بن عبداللہ الحام، عدی بن نضله، عروہ بن ابی اثاثہ، مسعود بن سوید بن حارثہ نضله، ⑤..... خلفائے بنی عدی میں سے واقد بن عبداللہ، خالد بن بکیر بن عبدیاللیل لیشی، ایاس بن بکیر، عامر بن بکیر، عاقل بن بکیر، ⑥..... بنی عبدالدار میں سے مصعب بن عمیر، ابوالروم بن عمیر، فراس بن النضر، جہم بن قیس، ⑦..... بنی جمح میں سے عثمان بن مظعون، قدامہ بن مظعون، عبداللہ بن مظعون، سائب بن عثمان بن مظعون، معمر بن الحارث، حاطب بن الحارث، اور ان کی بیوی فاطمہ بنت مجلل، خطاب بن الحارث اور ان کی بیوی فکیہہ بنت یسار، سفیان بن معمر، بیہ بن عثمان، ⑧..... بنی سہم میں سے عبداللہ بن حذافہ، حنیس بن حذافہ، ہشام بن العاص بن وائل، الحارث بن قیس، بشیر بن الحارث، معمر بن الحارث، ابوقیس بن الحارث، قیس بن حذافہ، عبداللہ بن الحارث، سائب بن الحارث، حجاج بن الحارث، بشر بن الحارث، سعید بن الحارث، ⑨..... خلفائے بنی سہم میں سے عمیر بن رتاب، حمیہ بن الجز، ⑩..... بنی مخزوم میں سے ابوسلمہ بن عبداللہ بن عبدالاسد اور ان کی بیوی ام سلمہ، ارقم بن ابی الارقم، عیاش بن ابی ربیعہ اور ان کی بیوی اسما بنت سلامہ، ولید بن ولید



بن مغیرہ، ہشام بن ابی حذیفہ، سلمہ بن ہشام، ہاشم بن ابی حذیفہ، ہبار بن سفیان،  
عبداللہ بن سفیان، ﴿.....﴾ خلفائے بنی مخزوم میں سے یاسر، عمار بن یاسر، عبداللہ  
بن یاسر، ﴿.....﴾ بنی عامر بن لوی میں سے ابوسبرہ بن ابی رھم اور ان کی بیوی ام  
کلثوم بنت سہیل بن عمرو، عبداللہ بن سہیل بن عمرو، حاطب بن عمرو، سلیط بن عمرو،  
سکران بن عمرو اور ان کی بیوی سودہ بنت زمعہ، سلیط بن عمرو کی بیوی یقیظہ بنت  
علقہ، مالک بن زمعہ، ابن ام کلثوم، ﴿.....﴾ بنی فہر بن مالک میں سے ابو عبیدہ بن  
الجراح، سہیل بن بیضاء، سعد بن قیس، عمرو بن الحارث بن زہیر، عثمان بن عبد غنم  
بن زہیر، حارث بن سعید، ﴿.....﴾ بنی عبد قصىٰ میں سے طلیب بن عمیر،

یہ وہ لوگ تھے جو قریش کے بڑے بڑے خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے،  
ان کے علاوہ ایک اچھی خاصی تعداد غلاموں اور لونڈیوں کی بھی تھی جنہوں نے خفیہ  
دعوت کے ان تین سالوں میں اسلام قبول کیا، ان کے نام یہ ہیں:

﴿.....﴾ ام ایمن برکت بنت ثعلبہ، زہیرہ رومیہ جو عمرو بن موطل کی آزاد کردہ لونڈی  
تھی، بلال بن رباح اور ان کی والدہ جمامہ، ابو فکیہہ یسار بن ال جہنی، لہیبہ، ام  
عمیس، عامر بن فہیرہ، سمیہ، ان کے علاوہ غیر قریش میں سے جن لوگوں نے مکہ  
مکرمہ کے ابتدائی دور میں اسلام قبول کیا وہ یہ تھے،

﴿.....﴾ مجن بن الادرع اسلمی، مسعود بن ربیعہ بن عمرو، ﴿رسول مبین ص ۲۷۵-۲۸۱﴾

آسمانِ عزم کے روشن ستاروں کو سلام  
گلشنِ محبوب کے عالی نظاروں کو سلام  
جن کی خوشبو سے مہک اٹھا جہانِ بندگی  
کفر کے کانٹوں سے زخمی نو بہاروں کو سلام  
لرزہ طاری کر دیا جن کے جلالِ عشق نے

فقر کے ان کجکلا ہوں ، تاجداروں کو سلام  
جن کا مقصد تھا رسول اللہ پر قربان ہوں  
جاں سپاروں ، جاں نثاروں ، شہسواروں کو سلام

### حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

لمحے گزرتے جا رہے تھے، اسلام کی ترقی و عروج سے کفار مکہ کی تشویشات میں اضافہ ہو رہا تھا، ایک دن حضور جانِ رحمت ﷺ کوہ صفا پر تشریف فرما تھے کہ ابو جہل نے طعن و تشنیع کے پتھر برسائے شروع کر دیئے مگر آپ نے علم و وقار کا مظاہرہ فرمایا، آپ کا انداز دیکھ کر وہ چراغ پا ہو گیا، اور اپنے ڈنڈے سے مارنے لگا، آپ کے جسم نازنین سے خون نکل آیا، لیکن افسوس کی، آخر وہ ظالم چلا گیا اور حضور اقدس ﷺ بھی اپنے گھر روانہ ہو گئے، عبد اللہ بن جدعان کی لوٹدی یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی، اس نے حضرت امیر حمزہ بن عبدالمطلب کو بتا دیا، اے ابو عمارہ! آج ابو جہل نے تیرے بھتیجے کو گالیاں دیں تو وہ جواب میں خاموش رہے، پھر وہ انہیں مارتا رہا، یہاں تک کہ ان کو لہو لہان کر دیا، حضرت امیر حمزہ شکار کھیل کر واپس آئے تھے، ان کے غصے کی انتہا نہ رہی، وہ ابو جہل کو تلاش کرتے ہوئے صحن حرم میں پہنچ گئے، جہاں وہ بڑے کروفر کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، پھر انہوں نے اپنی کمان سے ابو جہل کے سر پر تین ضربیں لگائیں کہ خون کا فوارا چھوٹ گیا، آپ نے مغلوب الغضب ہو کر یہ بھی کہہ دیا کہ تو نے میرے بھتیجے کو گالیاں نکالنے کی جرأت کی، میں اس کے دین پر ہوں، اگر تجھ میں ہمت ہے تو مجھے روک کر دیکھ لے، بنو مخزوم کے لوگ اپنے سردار کی اتنی بے عزتی اور رسوائی برداشت نہ کر سکے اور لڑنے کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے، ابو جہل نے ان کو سمجھایا، ابو عمارہ کو چھوڑ دو، اللہ کی

قسم! میں نے اس کے بھتیجے کو گالیاں دے کر غلطی کی ہے، حضرت امیر حمزہ نے انتقام کے جوش میں اسلام کا اعلان تو کر دیا مگر بعد میں سوچا کہ یہ کیا ہو گیا، ساری رات اس کشمکش میں گزار دی، صبح ہوتے ہی حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، اے میرے بھتیجے! میں ایک مشکل میں گرفتار ہو گیا ہوں، اس بات پر برقرار رہنا میرے لئے کتنا دشوار ہے جس کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں، یہ ہدایت ہے یا ضلالت، مجھے اس کے متعلق کچھ بتائیے، حضور اقدس ﷺ نے ان کے سامنے اسلام کی حقانیت پر گفتگو شروع کر دی جس کی برکت سے ان کے دل و نگاہ کی تاریکیاں دور ہو گئیں، انہوں نے فوراً کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صادق ہیں، اے میرے بھتیجے! اپنے دین کو ظاہر کرتے رہئے، اللہ کی قسم! اب مجھے آسمان کے نیچے موجود ہر نعمت بھی حاصل ہو جائے تو بھی اپنے پہلے دین کی طرف پھرنا پسند نہیں کروں گا، حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام سے عالم کفر پر ایک ہیبت سی طاری ہو گئی، ﴿ سل الہدیٰ ۲: ۴۴۴ ﴾ ایک روایت میں ہے کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ ابو جہل سے انتقام لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا! چچا جان! مجھے اس سے بھی زیادہ خوشی اس وقت ہوگی جب آپ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائیں گے، اس پر انہوں نے اسلام قبول کر لیا، حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ بہت اچھے شاعر بھی تھے، انہوں نے خوبصورت انداز میں حمد و نعت کا ترانہ آلاپنا شروع کر دیا جس سے گلستان وفا میں ایک بہار مسکرائی تھی۔

حمدت اللہ حین ہدی فوادی      الی الاسلام والدين الحنيف  
لدين جاء من رب عزیز      خیر بالعباد بهم لطیف  
اذا تلیت رسائلہ، علینا      تحد ردمع ذی اللب الحصیف

رسائل جاء احمد من هداها بسايات مينة الحروف  
 واحمد مصطفى فينا مطاع فلا تغسوه بالقول الضعيف  
 ترجمہ: اللہ کی تعریف جس نے مجھے دین حنیف کی ہدایت بخشی، یہ دین  
 رب عزیز اور خیر و لطیف کی طرف سے آیا ہے، جب اس کے رسالوں  
 کی تلاوت کی جاتی ہے تو دانا آدمی رونے لگتا ہے، یہ روشن حروف اور  
 آیات والے رسائل حضور احمد مصطفیٰ ﷺ لے کر آئے ہیں، احمد  
 مصطفیٰ ﷺ ہمارے مطاع ہیں، کوئی کمزور بات ان کو گھیر نہیں سکتی۔

کچھ مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے بعثت کے چھٹے سال  
 اسلام قبول کیا لیکن حضرت امام ابن حجر، حضرت علامہ ابن اثیر، حضرت علامہ احمد  
 بن زینی و حلان نے لکھا ہے کہ آپ بعثت کے دوسرے سال مسلمان ہو گئے تھے،  
 ﴿ اسد الغابہ ۲: ۴۶، سیرت نبویہ و حلان ۱: ۲۱۳ ﴾ حضرت شیخ محمد صادق عرجون نے بھی حضرت  
 علامہ ابن عبدالبر اور حضرت امام قسطلانی کے حوالوں سے اسی قول کو معتبر سمجھا ہے،  
 علامہ پیر محمد کرم شاہ ازہری نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے، ﴿ ضیاء النبوی ۲: ۲۵۶ ﴾ بعض  
 مورخین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی لکھتے ہیں کہ وہ بھی بعثت کے  
 چھٹے سال مسلمان ہوئے تھے، جبکہ مستند روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے  
 حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے تین دن بعد اسلام قبول کیا، لہذا وہ بھی بعثت کے دوسرے  
 سال ہی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے، اس تحقیق کی تائید اس روایت سے بھی  
 ہوتی ہے، حضرت ابن ابی خثیمہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں کہ  
 حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ صرف انتالیس  
 مسلمان تھے، میں نے چالیس کا عدد پورا کر دیا، ﴿ فتح الباری باب مناقب عمر ﴾ حضرت  
 عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی روایت مروی ہے، اب اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ

آپ نے چھٹے سال بعثت میں اسلام قبول کیا تھا تو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ چھ سالوں کی تبلیغ سے صرف انتالیس افراد نے اسلام قبول کیا تھا، یہ امر عقل کے بھی خلاف ہے اور نقل کے بھی خلاف ہے، لہذا وہی قول بہترین ہے کہ آپ نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے تین دن بعد بعثت کے دوسرے سال میں اسلام قبول کیا، واللہ اعلم بالصواب۔

### حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ قبیلہ بنی عدی کے شہسوار تھے، جو ان مرد تھے، مرد میدان تھے، قریش کے سفارت کار تھے، فن کتابت کے ماہر تھے، آپ کی عمر مستعار چھبیس سال کے قریب تھی کہ ایک دن آپ نے گرد و پیش کا تجزیہ کرنا شروع کر دیا، یہ کیسا دین ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی نبوت و رسالت کے پروانے پھیلا رہے ہیں، ان لوگوں نے کیوں صدیوں پرانی رسومات کو یکسر تبدیل کرنے کا عزم کر رکھا ہے، کیوں نہ اس سارے نظام کو ختم کرنے کیلئے حیات مصطفیٰ کا چراغ بجھا دیا جائے، آخر اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے کیلئے شمشیر برہنہ لے کر چل پڑے، راستے میں ایک قریشی نوجوان حضرت نعیم بن عبد اللہ سے ملاقات ہو گئی، انہوں نے حضرت عمر کے خطرناک ارادے کو بھانپتے ہوئے پوچھا، اے عمر! کدھر کا ارادہ ہے، حضرت عمر نے کہا، میں اس شخص کو ختم کرنے جا رہا ہوں جس نے میرے شہر کا سکون ختم کر دیا ہے، حضرت نعیم نے کہا، اے عمر! پہلے اپنے گھر کو دیکھ لو، تیری بہن فاطمہ بنت خطاب اور تیرے بہنوئی سعید بن زید نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے، یہ خبر سن کر حضرت عمر شعلہ جوالہ بن گئے، سیدھے اپنی بہن اور بہنوئی کے گھر پہنچے اور دونوں کو مار مار کر لہو لہان کر دیا، جب

یہ ستم شعاری حد سے بڑھ گئی تو بہن نے کہا، اے بھائی! تو جتنا چاہے مار لے، میرے جسم کو ٹکڑوں میں تبدیل کر دے لیکن میں دین ہدایت کو نہیں چھوڑ سکتی، بہن کا یہ جذبہ کامل دیکھ کر عمر کا دل نرم ہو گیا، پھر کہا، مجھے صحیفہ دکھاؤ جس کی تو تلاوت کر رہی تھی، بہن نے کہا، تو مشرک ہے، اگر تجھے شوق ہے تو پہلے غسل کرو، حضرت عمر نے غسل کیا تو بہن نے وہ صحیفہ لا کر دے دیا، صحیفہ کیا تھا چند اوراق تھے جن پر سورۃ طہ مرقوم تھی، طہ ۰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقی ۰ الا تذکرة لمن یخشی ۰ تنزیلاً ممن خلق الارض والسموات العلی ۰ ..... لا الہ الا ہولہ الاسماء الحسنی ۰ طہ! ہم نے تم پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔ یہ تو ڈرنے والے کیلئے نصیحت ہے، یہ اس کی طرف سے نازل ہوا ہے جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا..... اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اسی کیلئے ہیں اچھے نام، حضرت عمر نے ابھی چند آیات قرآنی کو پڑھا تھا کہ ان کے دل کی سنگلاخ وادی سے آنسوؤں کے جھرنے ابل پڑے اور چشمان عبرت سے نکل کر دامن معصیت کو تر کرنے لگے، انہوں نے بیقرار ہو کر پوچھا، وہ نبی محتشم کدھر جلوہ فرما ہے، میں بھی ان کے دامان رحمت سے پیوستہ ہونا چاہتا ہوں، یہ انقلاب ایسے ہی رونما نہیں ہوا تھا، ادھر زبان نبوت بھی حریم ناز میں دعا مانگ رہی تھی:

①..... اے اللہ! عمر بن خطاب یا عمر بن ہشام ﴿ابو جہل﴾ میں سے

جو تجھے زیادہ پسند ہے، اس کے ذریعے اسلام کو عزت و عظمت عطا فرما،

ایک روایت کے الفاظ ہیں اے اللہ! عمر کے ذریعے اسلام کو عزت

سے سرفراز فرما۔ ﴿جامع ترمذی، طبرانی﴾

حضور اقدس ﷺ دار ارقم میں تشریف فرما تھے، دروازے پر دستک

ہوئی، کسی صحابی نے کواڑ کے سوراخ سے دیکھا کہ باہر حضرت عمر شمشیر برہنہ لے کر کھڑے تھے، صحابہ کرام پریشان ہو گئے تو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مت گھبراؤ! دروازہ کھول دو، اگر اس کا ارادہ خراب ہو تو اسی کی تلوار سے اس کا سر اڑا دوں گا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کیلئے دروازہ کھول دو، اگر اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے خیر کا ارادہ فرمایا ہے تو اس کو ہدایت عطا کر دے، پھر حضرت عمر اپنی منزل تک پہنچ گئے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی چادر کو جھٹکا دے کر فرمایا، اے خطاب کے بیٹے! اسلام قبول کر لو، اے اللہ! اس کے دل کو ہدایت سے مالا مال کر دے، اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعے دین کو عزت بخش دے، اے اللہ! اس کے سینے میں اسلام کی عداوت کی جگہ ایمان کی دولت بھر دے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اس کے بعد میں نے عرض کیا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کرام نے نعرہ تکبیر بلند کیا جس سے مکہ مکرمہ کی وادی گونج اٹھی، آپ نے مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا ہم موت و حیات میں حق پر نہیں ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ کی قسم! تم ہی حق پر ہو، آپ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! پھر ہم اپنے دین برحق کو کیوں چھپاتے ہیں حالانکہ کہ ہم حق پر ہیں، اور کافر باطل پر ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عمر! ہماری تعداد کم ہے اور تم دیکھتے ہو کہ کفار مکہ کا برتاؤ کیا ہے، آپ نے عرض کیا، اس ذات مقدس کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے، میں جن مجلسوں میں کفر کی حالت میں بیٹھا کرتا تھا اب اسلام کی حالت میں بیٹھا کروں گا، اس کے بعد مسلمان دو قطاروں کی صورت میں دار ارقم سے نکلے، ایک قطار کے آگے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری قطار کے آگے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ تھے، یہاں تک کہ مسجد حرام میں داخل ہو گئے، کفار مکہ پر اس

پڑ گئی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل چکی تھی، امام ابن ماجہ نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں شمشیر برہنہ تھی اور زبان پر کلمہ طیبہ کا ورد تھا، مسجد حرام میں داخل ہوئے تو قریش مکہ نے پوچھا، عمر کیا خبر ہے، آپ نے فرمایا، خبر ہے، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، خبردار! اگر تم نے حرکت کی تو میں اپنی تلوار سے اڑا دوں گا، پھر آپ آگے آگے چلتے رہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف فرمایا تو آپ نے ان کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا، یہاں تک کہ طواف سے فارغ ہو گئے، ﴿زرقاتی علی المواہب: ۱: ۲۷۷﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے بشارت منائی کہ آج اہل آسمان نے مسرت کا اظہار کیا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام اہل اسلام کیلئے باعث عزت تھا، ان کی ہجرت باعث نصرت تھی اور ان کی خلافت باعث رحمت تھی، اللہ کی قسم! ہم میں استطاعت نہیں تھی کہ ہم صحن کعبہ مشرفہ میں نماز ادا کرتے، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا ﴿تو ہمیں یہ استطاعت نصیب ہوئی﴾ ﴿زرقاتی علی المواہب: ۱: ۲۷۷﴾ صحیح بخاری میں انہی سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد ہم عزت کی زندگی بسر کرنے لگے، آپ نے مسلمان ہوتے ہی حق کا سرعام اعلان کیا اور باطل کو سرعام للکارا، اس لئے ”الفاروق“ کے لقب سے نوازے گئے، آپ کے قبول اسلام پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

يا ايها النبي حسبك الله و من اتبعك من المومنين  
اے نبی! تمہیں اللہ کافی ہے اور تمہاری اتباع کرنے والے  
مومن (کافی ہیں)



صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو ان کے گھر کے پاس بڑی تعداد میں لوگ جمع ہوئے اور کہنے لگے، عمر بے دین ہو گیا ہے، اس کو اسکا مزہ چکھانا چاہئے، میں اس وقت بچہ ہی تھا اور اپنے مکان کی چھت پر تھا، ایک آدمی آیا جس نے ریشمی کوٹ پہنا ہوا تھا، اس نے کہا، عمر بے دین ہو گیا ہے، یہ بھی کوئی بات ہوئی، میں نے اس کو پناہ دی ہے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، جب اس نے یہ کہا تو میں نے دیکھا کہ سب لوگ منتشر ہو گئے ہیں، میں نے پوچھا، یہ کون ہے تو لوگوں نے بتایا، یہ عاص بن وائل سہمی ہے، ﴿ مختصر سیرۃ الرسول ص ۸۰ ﴾ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنا ایک واقعہ سناتے ہیں کہ میں ایک دفعہ بتوں کے پاس سو رہا تھا تو ایک آدمی بچھڑا لے کر آیا، پھر اسے ذبح کیا تو اس کے اندر سے اس زور کی آواز نکلی کہ ایسی سخت آواز میں نے پہلے کبھی نہیں سنی تھی، اس میں کہا گیا، اے دشمن، ایک کام کی بات بتاتا ہوں، جس سے گوہر مرادل جائے کہ ایک فصیح البیان کہہ رہا ہے، اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو لوگ وہاں سے بھاگ گئے لیکن میں وہاں رہا کہ آگے دیکھوں کیا ہوتا ہے پھر یہ آواز آئی اے دشمن! ایک کام کی بات بتاتا ہوں کہ ایک فصیح البیان کہہ رہا ہے، اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں اٹھ کر چلا گیا، ابھی تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ لوگوں میں جہ چاہونے لگا، یہ نبی ہے، ﴿ بخاری کتاب المناقب ۱ ﴾

## حضرت اکثم بن صنفی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

حضرت ابن عمیر سے مروی ہے کہ اکثم بن صنفی کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی اطلاع پہنچی تو اس نے خود آپ کی بارگاہ میں حاضری کا ارادہ کیا لیکن اس کی قوم نے رکاوٹ ڈالی، اس پر اس نے کہا، کون شخص ہے جو میری عرض حضور

اکرم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرے گا، دو آدمیوں نے اس آواز پر لبیک کہا، انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہا کہ ہم اکثم بن صغنی کے ایلچی ہیں اور آپ کے متعلق معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آپ کا دعویٰ کیا ہے اور آپ کی دعوت کیا ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، میں محمد بن عبد اللہ ہوں، میرا دعویٰ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا عبد خاص اور اس کا رسول ہوں، میری دعوت ہے کہ اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے، قرابت داروں کو عطا کرنے کا حکم دیتا ہے، برائی اور بے حیائی اور باغیانہ کارروائی سے منع کرتا ہے، انہوں نے عرض کیا ذرا یہ کلمات دہرائیں تاکہ اچھی طرح یاد ہو جائیں، چنانچہ آپ نے ان کو یاد کرائے، پھر انہوں نے اکثم بن صغنی سے جا کر کہا کہ وہ قبیلہ مضر میں سے بہتر نسب کے مالک ہیں اور انہوں نے ہمیں چند کلمات سکھائے ہیں، جب اسی نے ان کلمات کو سنا تو کہا اے قوم! میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ وہ بلند ترین اور اعلیٰ اخلاق کا حکم دیتے ہیں، برے اخلاق اور قابل مذمت اعمال سے منع کرتے ہیں، لہذا تم ان پر ایمان لا کر دوسرے لوگوں سے سبقت لے جاؤ، روسائے اسلام بنو، نہ کہ گنہگار اور کافر، پہلے مومن بنو نہ کہ آخری، در دورنج سے خالی لوگوں کی طرف سے مبتلائے رنج و الم لوگوں پر ہمیشہ طعن و تشنیع اور زجر و ملامت ہوتی ہے، اے میرے نفس! حسرت اور ارمان ایسے امر پر جس کو نہ میں پاسکا اور نہ ابھی میرے ہاتھ سے فوت ہوا، اے میرے نفس! مجھے تجھ پر افسوس نہیں بلکہ عام لوگوں پر افسوس ہے، مگر اس قدر افسوس کی بھی ضرورت نہیں، حق جب ثابت و قائم ہو جاتا ہے تو باطل خود بخود راہ فرار اختیار کر لیتا ہے، حضرت اکثم کی دعوت پر سواشخاص نے اتباع کی، وہ بارگاہ رسالت میں حاضری دینے کیلئے نکلے، راستے میں جیش نامی بد بخت شخص نے سب کی سواریوں کو ذبح کر ڈالا اور پانی کے مشکیزے پھاڑ دیئے اور بھاگ گیا، حضرت اکثم کو پیاس نے مجبور کیا اور اسی حالت

میں جان جان آفرین کے سپرد کر دی، حضرت اکثم نے انتقال کرتے وقت اپنے جملہ ہمراہیوں کو سرورِ دو عالم ﷺ کی اتباع کی وصیت فرمائی اور انہیں اپنے اسلام و ایمان پر گواہ بنایا، اللہ تعالیٰ نے انہی کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

﴿..... وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا.....﴾ اجرہ علیٰ

اللہ، اور جو شخص بھی اپنے گھر سے نکلے اللہ اور اسکے رسول کی طرف ہجرت کے ارادے سے، پھر اسے موت نے آیا تو بے شک اسکا اجر اللہ کے ذمے ہے، حضرت محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ ہجرت حبشہ سے پہلے رقم فرمایا ہے، ﴿الوفاء بحوال المصطفیٰ﴾

## حضرت حارث رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

حضور اکرم ﷺ کے رضاعی والد کا نام حارث ہے، جب آپ نے اپنی بعثت کا اعلان فرمایا تو حضرت حارث آپ سے ملنے کیلئے آئے، قریش مکہ نے ان کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کی شکایت کی کہ آپ کا لخت جگر اعلان کر رہا ہے، موت کے بعد اٹھایا جائے گا، اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ کو پیدا کیا ہے، جنت میں نیکو کار داخل ہوں گے اور دوزخ میں گنہگار داخل ہوں گے، آپ کے لخت جگر نے ان عقائد و نظریات کی وجہ سے ساری قوم کو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا ہے، حضرت حارث یہ تمام باتیں سن کر بہت پریشان ہوئے اور آپ کی خدمت اقدس میں عرض کیا، کیا آپ نے یہ سب کچھ کہا ہے، آپ نے فرمایا، بے شک میں یہ سب کچھ کہتا ہوں، جب روز قیامت آئے گا تو میں آپ کا ہاتھ پکڑ کر یہ باتیں یاد کراؤں گا، حضرت حارث پر آپ کی نورانی گفتگو کا بہت زیادہ اثر ہوا اور وہ مشرف بہ اسلام ہو

کر عرض گزار ہوئے:

①..... اگر میرے لخت جگر نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے یہ باتیں یاد کرائیں تو پھر ان شاء اللہ اس وقت تک نہیں چھوڑے گا جب تک وہ جنت میں داخل نہ کر دے۔ ﴿الروض الانف: ۱۸۵﴾

### طفیل بن عمرو سی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

حضرت امام بہقی نے حضرت ابن اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت طفیل بن عمرو سی رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ وہ مکہ مکرمہ گئے، اس زمانہ تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت نہیں کی تھی، طفیل ایک شریف، دانشور اور معروف شخص تھے، صاحب علم اور شاعر بھی تھے، مشرکین مکہ میں سے چند آدمی ان سے ملے اور بتایا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان تفریق پیدا کر دی ہے اور جمعیت کو پراگندہ کر دیا ہے، ان کے اقوال ساحروں کی طرح ہیں جو باپ کی بیٹی سے، بھائی کی بھائی سے اور شوہر کی بیوی سے جدائی کر دیتے ہیں، لہذا تم ان سے نہ بات کرنا اور نہ ان کی بات سننا، وہ فرماتے ہیں، میں نے قریش کے خیر خواہانہ مشورے پر عمل کرنے میں خیریت سمجھی اور اپنے کانوں میں روئی رکھ کر سماعت سے محروم کر لیا کہ کہیں ان کا کلام مجھ پر اثر انداز نہ ہو جائے، ایک روز صبح کے وقت میں مسجد حرام گیا تو دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے، بادل نخواستہ میں نے ان کا کلام سن لیا، پھر میں نے سوچا افسوس! قریش نے مجھے ایسے نشاط انگیز کلام سے کیوں روکا، کیوں نہ میں ان سے ملاقات کروں، آخر میں ایک عقل مند انسان ہوں، صحیح اور غلط میں تمیز کر سکتا ہوں، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر روانہ ہوئے تو میں بھی آپ کے تعاقب میں چل پڑا، پھر قریب ہو کر پوچھا، آپ کے متعلق لوگ یہ کہتے ہیں، لہذا

ذرا اپنی دعوت کے بارے میں مجھے بھی کچھ بتائیے، پس آپ نے میرے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی اور قرآن پاک کے ایک جزو کی تلاوت فرمائی، ایک عجیب سے اثر خشیت نے مجھے بے قابو کر دیا اور میں اقرار تو حید و رسالت سے مالا مال ہو گیا، بعد ازاں میں نے عرض کیا، اے اللہ کے عزت والے رسول! میں اپنی قوم کا قائد ہوں، میں ان کو دعوت اسلام دوں گا، مگر اس مشکل کام میں آسانی پیدا کرنے کیلئے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی نشانی عطا کر دے، آپ نے دعا فرمائی اور میں عازم وطن ہو گیا، دوران راہ کداء کے مقام پر میرے دونوں ابروؤں کے درمیان نور طلوع ہوا، گویا یہ میری حقانیت کی نشانی تھی، پھر وہ میری خواہش پر میرے کوڑے میں ظاہر ہو گیا، میں نے اپنی قوم کو دعوت اسلام دی مگر انہوں نے قبول نہ کی، میں نے پھر مکہ مکرمہ میں آپ کی زیارت کی اور صورت حال سے آگاہ کیا، چنانچہ آپ ﷺ نے دعا فرمائی، اے اللہ! دوسیوں کو ہدایت عطا کر دے، اور مجھے حکم دیا، اے طفیل! اپنی قوم کو نرمی اور حکمت عملی کے ساتھ دعوت اسلام دو، میں واپس وطن آیا اور دوسیوں میں نرمی اور حکمت عملی کے ساتھ تبلیغ کرتا رہا، یہاں تک کہ آپ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، میں ستر یا اسی مسلمان گھرانوں کو ساتھ لے کر خیبر کے مقام پر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، ﴿خصائص نبوی ۳۲۳﴾ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ان کو خیبر کی غنیمت سے حصہ دیا گیا، پھر وہ آپ کے انتقال تک مدینہ طیبہ میں رہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے ذوالکفین کے بت کو بھی جا کر نذر آتش کر دیا، ﴿سیرت ابن ہشام ص ۳۱۱﴾ جب بعض عربی قبائل مرتد ہو گئے تو یہ ان کی سرکوبی کیلئے لشکر اسلام میں شامل ہو گئے، انہوں نے طلحہ اسدی اور مسیلنہ کذاب کے خلاف جہاد میں بھرپور حصہ لیا اور جنگ یمامہ میں جام شہادت نوش کیا، ﴿ملخصاً مختصر سیرت الرسول ص ۲۵۴﴾

## حضرت ضماد بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

حضرت امام مسلم، حضرت امام احمد اور حضرت امام بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ضماد بن ثعلبہ ازوی اپنی کسی ضرورت سے مکہ مکرمہ آئے، وہ جنتر منتر میں بہت مشہور تھے، ایک روز مشرکین مکہ سے انہوں نے سنا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مجنون ہو گئے ہیں، ﴿ معاذ اللہ ﴾ لہذا انہوں نے خیال کیا کہ کیا بعید ہے، میں جھاڑ پھونک سے ان کو تندرست کر دوں، پس وہ آ کر حضور اکرم ﷺ سے ملے اور کہا میں منتر پڑھتا ہوں، مالک جس قدر چاہے گا آپ کو شفا عطا کر دے گا، ان کا قول ہے کہ آپ میری باتیں سننے کے بعد میرے نزدیک ہوئے اور یہ پڑھا:

الحمد لله نحمدہ و نستعينه و نومن به و نتوكل عليه و نعوذ  
بالله من شرور انفسنا و من سيات اعمالنا من يهده الله فلا  
مضل له و من يضلله فلا هادي له و اشهد ان لا اله الا الله  
و حده لا شريك له و اشهد ان محمداً عبده و رسوله.

میں نے عرض کیا، براہ مہربانی ان ہی کلمات کو دوبارہ پڑھیے، لہذا حضور اقدس ﷺ نے یہ مقدس کلمات دوبارہ پڑھے، میں نے کہا، واللہ، میں نے ایسا کلام کبھی نہیں سنا اور نہ کبھی پڑھا، یہ سحر ہے اور نہ شاعری ہے اور نہ کہانت ہے، واقعی یہ الہام وحی ہے، بے شک یہ خدائی کلام ہے، اس میں تلواریں سے زیادہ کاٹ، کائنات سے زیادہ حسن، آفتاب سے زیادہ نور اور اسحار سے زیادہ تاثیر ہے، اس کے بعد دو زانو ہو کر کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمانوں کے زمرے میں شامل ہو گیا، ﴿ خصائص کبریٰ ۱: ۳۲۱ ﴾ آپ نے حضرت ضماد رضی اللہ عنہ اور ان کی ساری قوم کی طرف

سے بیعت قبول فرمائی، ﴿سیرت حلبیہ: ۱: ۳۲۹﴾

## بعض عیسائیوں کا قبول اسلام:

ابھی آپ ﷺ مکہ مکرمہ ہی میں تھے کہ آپ کے ظہور نور کی خبر سن کر میں کے قریب عیسائی حبشہ سے آئے، ایک روایت کے مطابق نجران سے آئے، انہوں نے آپ سے ملاقات کی اور کچھ سوالات پوچھے، قریش مکہ اپنی اپنی نشست گاہوں پر براجمان ہو کر سب کچھ ملاحظہ کر رہے تھے، جب وہ سوالات سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں دعوت اسلام پیش فرمائی اور قرآن پڑھ کر سنایا جسکی اثر آفرینی سے ان کی آنکھوں میں آنسوؤں کے سیلاب آگئے، انہوں نے اپنی کتاب میں آپ کے جملہ اوصاف و کمالات کو مرقوم پایا اور تصدیق کرنے کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہو گئے، ابو جہل بن ہشام کفار مکہ کی ایک جماعت کے ساتھ ان کے قریب آ کر کہنے لگا، اللہ تعالیٰ تمہیں ناکام کرے، تمہارے ہم مذہبوں نے تو تمہیں دین حق کی تلاش میں اور اس شخص کے حالات معلوم کرنے کیلئے بھیجا تھا، تم ابھی بیٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ اس کی باتوں میں آ کر اپنا دین چھوڑ بیٹھے اور اس کو سچا مان لیا، ہم نے آج تک تمہارے جیسا بیوقوف اور احمق قافلہ کوئی نہیں دیکھا، انہوں نے جواب دیا، ”سلام علیکم! ہم جاہلوں کی طرح تم سے جھگڑا نہیں چاہتے، ہم اپنے راستے پر چلے ہیں، تم اپنی راہ لو، ہم نے اپنی بھلائی تلاش کرنے میں کمی نہیں کی، کہتے ہیں یہ آیات ان کی شان میں نازل ہوئی ہیں:

○..... الذین اتینہم الکتب من قبلہ ہم بہ

یومنون..... سلام علیکم لا نبغی الجہلین ○ جن کو

ہم نے اس سے پہلے کتاب دی اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور جب ان پر ہماری آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے بے شک یہی حق ہے ہمارے رب کے پاس سے، ہم اس سے پہلے ہی گردن رکھ چکے تھے، ان کو ان کا اجر و بالادیا جائے گا، یہ بدلہ ان کے صبر کا اور وہ بھلائی سے برائی ٹالتے ہیں اور ہمارے دیئے سے ہماری راہ میں کچھ خرچ کرتے ہیں اور جب وہ بے ہودہ بات سنتے ہیں، اس سے تغافل کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لئے ہمارے عمل اور تمہارے لئے تمہارے عمل، بس تم پر سلام ہو، ہم جاہلوں کے غرضی نہیں، ﴿سورۃ القصص: ۵۵ تا ۵۲﴾

حضرت ابن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا یہ آیات کن لوگوں کے بارے میں اتری ہیں تو بولے ہم نے تو ہمیشہ اپنے علما سے سنا ہے کہ یہ آیات نجاشی اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں اتری ہیں، یہ آیات بھی ان کے بارے میں اتری ہیں۔

◎..... ذالک بان منهم قسبیسین ورہبا ناوانہم لا

ان تفسیر قرطبی میں عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت جعفر طیار رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر سے متاثر ہو کر نجاشی نے تحقیق حال کیلئے بارہ آدمیوں کا وفد مکہ مکرمہ بھیجا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آ گیا، تفسیر خزائن العرفان میں لکھا ہے کہ یہ چالیس افراد تھے جو حضرت جعفر کے ساتھ آئے تھے، انہوں نے مسلمانوں کی حاجت اور تنگی معاش دیکھی تو عرض کیا کہ ہمارے پاس مال ہیں، آپ اجازت دیں تو ہم اپنے مال لاکر مسلمانوں کی خدمت کریں، آپ نے اجازت دی تو وہ مال لاکر خدمت کرنے لگے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، **وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ**، حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ یہ آیات ان اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئیں جن میں چالیس نجران اور بیس حبشہ کے اور آٹھ شام کے تھے۔



یستکبرون..... و ذالک جزاء المحسنین O یہ اس لئے کہ ان میں عالم اور درویش ہیں اور یہ غرور نہیں کرتے، اور جب سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف اترتا تو ان کی آنکھیں آنسوؤں سے ابل رہی ہیں اس لئے کہ وہ حق کو پہچان گئے، کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے تو ہمیں حق کے گواہوں میں لکھ لے اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم ایمان نہ لائیں اللہ پر اور اس حق پر جو ہمارے پاس آیا اور ہم طمع کرتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ داخل کرے، تو اللہ نے ان کے اس کہنے کے بدلے انہیں باغ دیئے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ بدلہ ہے نیک لوگوں کا، ﴿سورۃ المائدہ: ۸۵﴾

### عداس رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

طائف کے سفر سے واپسی پر عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ دونوں بھائی حضور پیغمبر نور ﷺ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی زخمی حالت دیکھ رہے تھے، انہوں نے اپنے غلام کے ہاتھ انگوروں کا ایک گھچا بھیجا، غلام کا نام عداس تھا، اس نے عرض کیا، آپ انگور تناول فرمائیں، آپ نے شکرے کے ساتھ انگور قبول فرمائے اور بسم اللہ پڑھ کر ایک دانہ اپنے دہن اطہر میں رکھا تو عداس دولت دل قربان کر بیٹھا، اس نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا، اس صنم پرستوں کی سرزمین پر کوئی شخص بھی بسم اللہ سے واقف نہیں، آپ نے کیسے پڑھ لی، آپ نے پوچھا، تم کس سرزمین سے تعلق رکھتے ہو، اور تمہارا دین کیا ہے، عداس نے عرض کیا، میں غنوا کا رہنے والا نصرانی ہوں، آپ نے فرمایا، من

قرية الرجل الصالح يونس بن متى، اچھا تو تم مرد صالح حضرت یونس بن متی ؑ کے شہر کے باشندے ہو، عداس کے تعجب کی انتہا نہ رہی، اس نے فرط استعجاب سے پوچھا، کیا آپ حضرت یونس ؑ کو جانتے ہیں، اللہ کی قسم! جب میں نینوا سے نکلا تو دس آدمی بھی ان کو نہیں جانتے تھے، آپ نے ان کو کیسے پہچان لیا، حالانکہ آپ امی قوم سے تعلق رکھتے ہیں، ﴿ زرقانی علی المواہب: ۱: ۳۰۰ ﴾ آپ نے فرمایا، وہ میرے بھائی اور میری طرح اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں، یہ سننے کی دیر تھی کہ عداس آپ کے سامنے جھک گیا اور آپ کے دست رحمت، سر مبارک اور قدم اقدس کو چومنے لگا اور پھر مسلمان ہو گیا، عتبہ اور شیبہ دونوں بھائی دور سے یہ حیرت انگیز نظارہ دیکھ رہے تھے، جب وہ ان کے پاس پہنچا تو پوچھنے لگے، عداس! تمہیں کیا ہو گیا تھا، تم کیوں اس شخص کے قدموں پر گر پڑے اور اس کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے تھے، عداس نے جواب دیا،

ياسيدى مافى الارض شى خير من هذا لقد علمنى بامر لا يعلمه الا نبى ميرے سردار! آج روئے زمین پر اس شخص سے زیادہ کوئی چیز بھی افضل اور اعلیٰ نہیں، اس نے مجھے ایسی بات بتائی ہے جسے نبی برحق کے سوا کوئی نہیں جانتا، انہوں نے کہا، عداس کہیں اس شخص کے فریب میں نہ آ جانا، تمہارا دین اس کے دین سے بہتر ہے، ﴿ سیرت ابن کثیر: ۲: ۱۵۱ ﴾ عداس کے متعلق متعدد روایات میں منقول ہے کہ وہ نصرانی تھا اور اپنی کتابوں اور راہبوں کی وجہ سے حضور پیغمبر ؐ آخرا الزمان ؐ کے احوال و اوصاف سے خبردار تھا، چنانچہ جو نبی اس نے اس پیکر اوصاف کو دیکھا تو پکارا اٹھا: اشهد انک عبد اللہ ورسولہ، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، حکیم بن حزام سے روایت ہے کہ جب کچھ عرصے کے بعد جنگ بدر واقع

ہوئی تو عداس ایک سفید چٹان پر بیٹھا ہوا تھا، اس نے اپنے سردار عتبہ اور شیبہ کو بھی حضور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف نبرد آزما دیکھا تو کہنے لگا، میرے والدین تم دونوں پر قربان! واللہ، وہ اللہ کے رسول ہیں اور تم لوگ اپنی قتل گاہ کی طرف جا رہے ہو، ایک روایت میں ہے کہ عتبہ اور شیبہ نے عداس کو دعوت جنگ دی تو کہنے لگا، کیا تم اس باغ انگور میں پناہ لینے والے شخص عظیم کے خلاف برسر پیکار ہو رہے ہو جس کے سامنے پہاڑ بھی نہیں ٹھہر سکتے، ﴿ بل الھدیٰ ۵۷۸:۲ ﴾ عاص بن شیبہ قریب سے گزرا تو اس نے عداس کی گریہ زاری کی وجہ دریافت کی، اس نے کہا مجھے اس وقت اپنے سرداروں پر رونا آرہا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے مقابلے پر جا رہے ہیں، عاص بن شیبہ نے حقارت سے جواب دیا، بھلا وہ کوئی اللہ کے رسول ہیں، اس انکار کو سن کر عداس لرزنے لگا، خوف خدا سے اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے، اس نے بلکتے ہوئے جواب دیا، واللہ انہ لرسول اللہ الی الناس كافة، اللہ کی قسم! وہ تمام انسانوں کی طرف واقعی اللہ کے رسول ہیں، ﴿ الاصابہ فی تمیز الصحابہ ۲: ۳۶۷ ﴾ عداس ایک غلام زار ہو کر اسلام کے دامن سے وابستہ ہو گیا تھا جبکہ سرداران طائف کو یہ نعمت سردی حاصل نہ ہوئی، حضور اکرم ﷺ اسی آزر دگی اور افسردگی کے عالم میں طائف سے روانہ ہوئے تو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ستم شعار قوم کے رویے سے بہت زیادہ دل برداشتہ نظر آئے، آپ نے ان ناموافق حالات میں بھی ان کو حوصلہ عطا فرمایا: یا زید ان اللہ جاعل لما تری فرجا و مخرجا وان اللہ ناصر دینہ و مظهر دینہ، اے زید بے شک اللہ تعالیٰ ان ناسازگار حالات سے کشائش عطا کرے گا اور نکلنے کا راستہ پیدا کرے گا اور بے شک اللہ تعالیٰ اپنے دین کا مددگار ہے، وہ ضرور اپنے دن کو غلبہ عنایت کرے گا، ﴿ طبقات

کبریٰ ۱: ۲۱۲ ﴿ حضور اکرم ﷺ نے کتنے مختصر الفاظ میں اپنے مستقبل کے بارے میں کھل کر بتا دیا گویا ۔

شبِ فردزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید سے

یہ چمن معمور ہوگا نغمہ توحید سے

آپ کے ان الفاظ سے مسلمانوں کو یہ بھی درس حاصل ہوا کہ حالات کیسے ہی خونخوار کیوں نہ ہوں، آثار کتنے ہی وحشت ناک کیوں نہ ہوں، آلام و شدائد کے طوفان کتنے ہی شوریدہ سر کیوں نہ ہوں، دعوت الی اللہ کا کام نہیں رکنا چاہئے، فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کا شائبہ تک نہیں آنا چاہئے، قدموں میں لڑکھڑاہٹ اور نظروں میں ناامیدی کا احساس بیدار نہیں ہونا چاہئے، یہ قافلہ چلتا رہنا چاہئے، راستے بھی نکل آئیں گے، کشائش بھی پیدا ہو جائے گی، منزلیں بھی سمٹ آئیں گی، فاصلے بھی طے ہو جائیں گے، تمہارے عزم و یقین کے سامنے ظلمات شب کو راہ فرار تلاش کرنا پڑے گی اور صبح نور کے روشن سپیدے تمہارا انتظار کرنے لگیں گے، طائف کا پر آشوب سفر حیات مصطفویٰ کا سب سے زیادہ مشکل مرحلہ تھا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے پوچھا، ہل اتیٰ علیک یوم کان اشد من یوم احد، یا رسول اللہ! کیا احد کے شدید ترین دن سے بھی زیادہ شدید دن آپ پر گزرا ہے، آپ نے فرمایا، تیری قوم کی طرف سے مجھے سخت ترین مصائب میں مبتلا ہونا پڑا ہے، ان سب سے بڑی مصیبت مجھ پر عقبہ کے دن پیش آئی جب میں ابن عبدیالیل کے پاس گیا، اس نے مجھے قبول کرنے کی بجائے اپنے شہر کے اوباشوں سے پٹوایا، میں زخموں سے چورا اور غم و اندوہ میں ڈوبا ہوا واپس چل پڑا، قرن المنازل میں پہنچا تو مجھے ہوش آیا اور معلوم ہوا کہ میں اس وقت کہاں ہوں، میں نے آسمان کی طرف سر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک بادل مجھ پر

سایہ فگن ہے، اس سے جبریل امین نے آواز دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی بات سن لی ہے اور جو سلوک کیا ہے وہ دیکھ لیا ہے، اس نے آپ کی طرف پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے، آپ اپنی قوم کیلئے جو سزا تجویز کریں گے وہ ان پر وہی عذاب نازل کرنے میں پس و پیش نہیں کرے گا، اتنے میں 'ملک الجبال' نے آکر مجھے سلام کیا اور کہا، میں آپ کے ہر حکم کی تعمیل کیلئے حاضر ہوں، اگر آپ پسند کریں تو میں اخشبہ بن ﴿ دونوں جانب کے پہاڑوں ﴾ کے درمیان ان کو پس کرنا رکھ دوں، آپ رحمۃ للعالمین نے فرمایا، میں ان کو ہلاک نہیں کرنا چاہتا بلکہ امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشت سے ایسے لوگ پیدا کرے جو اسکی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں، ﴿ صحیح بخاری ۱: ۲۵۸، صحیح مسلم، فتح الباری ۶: ۳۱۳، زرقاتی ۱: ۲۹۷، سیرت ابن کثیر ۲: ۱۵۳، سل الہدی ۲: ۵۷۹ ﴾ حضرت امام محمد صالحی نے حضرت امام احمد، حضرت امام بخاری اور حضرت امام مسلم کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب رحمت دو عالم ﷺ نے ملک الجبال سے فرمایا، شاید ان کی اولاد سے کچھ ایسے لوگ پیدا ہو جائیں جو کہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں تو آپ کی رحمت و رافت کو دیکھ کر ملک الجبال بھی پکاراٹھا، انت کما سماک ربک رءوف رحیم آپ کے رب تعالیٰ نے واقعی آپ کا نام روف و رحیم رکھا ہے، ﴿ سل الہدی ﴾ حضور سرور کائنات ﷺ کا سفر طائف آپ کی استقامت کی بنیادیں دلیل ہے، مشہور مورخ ولیم میور نے لکھا ہے: ختمی مرتبت کا جان جو کھوں میں ڈال کر تنہا دیار غیر میں اعلائے کلمۃ الحق کے لئے جانا اور وہاں کے اشراف کو اپنے مشورے سے آگاہ کرنا آپ کی بلند حوصلگی، غیر معمولی خود اعتمادی اور اپنے کام میں من جانب اللہ ہونے پر بہت بڑی دلیل ہے، آپ خدا کے نام پر اس طرح آگے بڑھے جس طرح حضرت یونس نینوا کی بت پرست قوم کو توبہ کرنے اور اپنی رسالت کا اقرار کرنے کی

دعوت دینے تشریف لے گئے تھے، ﴿ حیات محمد: ۲: ۲۰۷ ﴾

## جنات کا قبول اسلام:

عزیز مصر احسان، فخر یوسف کنعان، نگلین خاتم سروری، خاتم نگلین پیغمبری، منادی طریق رشاد، سراج اقطار و بلا و حضور محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ علیہ السلام اس روح فرسا سفر سے واپس ہوئے تو راستے میں نخلہ کے مقام پر قیام فرمایا، رات بسر فرمائی تو صبح صادق کے وقت نہایت عجز و نیاز کے ساتھ مناجات میں مصروف ہوئے، آپ کی زبان نبوت سے اللہ تعالیٰ کا کلام کیا ادا ہو رہا تھا ساری فضائے نخلہ پر کیف و وجدان کا عالم طاری تھا، حجر و شجر گوش بر آواز تھے، اسی دوران نصیبین کے کچھ جنات کا قافلہ وہاں سے گزرنے لگا، ان کے کانوں سے حضور محبوب خدا ﷺ کی آواز ٹکرائی تو وہ بے اختیار ہو کر کھڑے ہو گئے، اور قرآن پاک کی تلاوت سننے لگے قرآن پاک کی تلاوت نے جنات کے دل پر اتنا اثر کیا کہ خود بھی مسلمان ہوئے اور انہوں نے اپنی قوم تک بھی یہ پیغام پہنچایا، قرآن پاک میں ہے:

○..... واذا صرفنا اليك نفر امن الجن يستمعون

القرآن..... اور جب کہ ہم نے تمہاری طرف کتنے جن پھیرے، کان

لگا کر قرآن سنتے، پھر جب وہاں حاضر ہوئے، آپس میں بولے

خاموش رہو، پھر جب پڑھنا ہو چکا تو اپنی قوم کی طرف پلٹے ڈر سنا تے

ہوئے بولے، اے ہماری قوم ہم نے ایک کتاب سنی کہ موسیٰ کے بعد

اتاری گئی، اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی ہوئی حق اور سیدھی راہ دکھاتی

ہو، اے ہماری قوم! اللہ کے منادی کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ

کہ وہ تمہارے کچھ گناہ بخش دے اور تمہیں دردناک عذاب سے بچالے اور جو اللہ کے منادی کی بات نہ مانے وہ زمین میں قابو سے نکل کر جانے والا نہیں اور اللہ کے سامنے اس کا کوئی مددگار نہیں، وہ ہی کھلی گمراہی میں ہیں، ﴿سورۃ الاحقاف: ۲۹، ۳۲﴾

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ سات جن تھے جنہیں رسول اللہ ﷺ نے ان کی قوم کی طرف پیام رساں بنایا، بعض روایات میں آیا ہے کہ وہ نوجن تھے، ﴿عمدۃ القاری شرح بخاری ۱۵: ۱۸۷﴾ حضرت امام عینی نے تو ان جنات کے نام بھی درج کئے ہیں، مثلاً سامر، مامر، منسی، ماسی، احقب، زوبعد، سرق، عمرو بن جابر وغیرہ، علمائے محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جن سب کے سب مکلف ہیں، حضرت عطاء اللہؒ نے فرمایا کہ وہ جن دین یہود پر تھے، اس لئے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کتاب کا نام نہ لیا، بعض مفسرین نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کتاب کا نام نہ لینے کا باعث یہ ہے کہ اس میں صرف مواعظ ہیں، احکام بہت ہی کم ہیں، ﴿خزائن العرفان ص ۶۰۷﴾ سورۃ الجن کی ابتدائی آیات میں بھی اس واقعے کی طرف اشارہ ہے:

①..... قل اوحی الی انہ ..... تم فرماؤ، مجھے وحی ہوئی

کہ کچھ جنوں نے میرا پڑھنا کان لگا کر سنا تو بولے ہم نے ایک عجیب قرآن سنا کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے، نہ اس نے عورت اختیار کی اور نہ بچہ، اور یہ کہ ہم میں کوئی بیوقوف اللہ پر بڑھ کر بات کہتا تھا اور یہ کہ ہمیں خیال تھا کہ ہرگز آدمی اور جن اللہ پر جھوٹ نہ باندھیں گے، اور یہ کہ آدمیوں میں

کچھ مرد جنوں کے کچھ مردوں کی پناہ لیتے تھے تو اس سے اور بھی ان کا تکبر بڑھا، اور یہ کہ انہوں نے گمان کیا جیسا تمہیں گمان ہے کہ اللہ ہرگز کوئی رسول نہ بھیجے گا، اور یہ کہ ہم نے آسمان کو چھوا تو اسے پایا کہ سخت پہرے اور آگ کی پنکار یوں سے بھر دیا گیا ہے، اور یہ کہ ہم پہلے آسمان میں سننے کیلئے کچھ موقعوں پر بیٹھا کرتے تھے، پھر اب جو کوئی سنے وہ اپنی تاک میں آگ کا لوکا پائے، اور یہ کہ ہمیں نہیں معلوم کہ زمین والوں سے کوئی برائی کا ارادہ فرمایا گیا ہے یا انہوں نے رب نے کوئی بھلائی چاہی ہے، اور یہ کہ ہم میں کچھ نیک ہیں اور کچھ دوسری طرح ہیں، ہم کئی راہیں پھٹے ہوئے ہیں، اور یہ کہ ہمیں یقین ہوا کہ ہرگز زمین میں اللہ کے قابو سے نہ نکل سکیں گے، اور نہ بھاگ کر اس کے قبضے سے باہر ہوں گے، اور یہ کہ جب ہم نے ہدایت سنی اس پر ایمان لائے تو جو اپنے رب پر ایمان لائے اسے نہ کمی کا خوف ہے نہ زیادتی کا، اور یہ کہ ہم میں کچھ مسلمان ہیں اور کچھ ظالم تو جو اسلام لائے انہوں نے بھلائی کو سوچا، اور رہے ظالم تو وہ جہنم کا ایندھن ہوئے، ﴿سورۃ الجن آیت: ۱۵ تا ۱۷﴾

روایت ہے کہ جنات نے آپ سے سورۃ الرحمن کی تلاوت سنی تھی، ﴿سیرت ابن ہشام، ۲: ۴۲۲﴾ حضرت امام ترمذی اور حضرت امام حاکم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ نے سورۃ الرحمن کی تلاوت فرمائی یا آپ کے سامنے پڑھی گئی تو آپ نے لوگوں سے فرمایا: کیا وجہ ہے، میں تم سے جنوں جیسا جواب نہیں سن رہا جو انہوں نے اپنے رب کو دیا تھا، پھر آپ نے فرمایا: جب میں، فسای الاء ربکما تکذبان، پڑھتا تو جن اسکے جواب



میں کہتے، ہم اپنے رب تعالیٰ کی کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے۔

پھر ان جنات کی تبلیغ نے انسانوں کی نسبت جنوں میں بہت زیادہ اثر پیدا کیا، چنانچہ وہ جب دوسری مرتبہ حاضر خدمت ہوئے تو ان کی تعداد تین سو سے زیادہ تھی، پھر دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں میں تبدیل ہو گئی، مکہ مکرمہ میں جنوں کی جماعت نے فوج در فوج آ کر اسلام قبول کیا، ﴿ زرقانی ۱: ۳۰۳ ﴾ جس طرح کافر انسانوں نے مسلمان انسانوں کی مخالفت کی اسی طرح کافر جنوں نے مسلمان جنوں کا راستہ روکا، چنانچہ کافر جنات، بتان عرب میں گھس کر اعلان کرتے کہ لوگو! تم اپنے آبائی دین پر قائم رہو اور اپنی قوت سے اسلام کا خاتمہ کر دو، ان غیبی آوازوں سے کفار عرب کے حوصلے جو ان ہو گئے، اس قسم کی صورت حال کا مقابلہ کرنا مسلمان انسانوں کے بس سے باہر تھا چنانچہ مسلمان جنات آگے بڑھے اور انہوں نے ہر محاذ پر کافر جنات کا مقابلہ کیا اور انہیں شکست فاش سے دو چار کیا، اسلام کیا نمودار ہوا غیبی اور شہودی مخلوق میں انقلاب برپا ہو گیا، مسلمان جنات نے عرب کے قافلوں میں جا کر، اصنام کے ساکت و صامت وجود میں گھس کر، خلاؤں اور فضاؤں میں اڑ کر جانوروں کے ذبیحوں میں پھل کر توحید و رسالت کے ترانے آلاپے اور مخلوقات ارضی تک حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کا پیغام ہدایت عام کیا۔

سوید بن صامت رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

انہی ایام میں آپ کی ملاقات سوید بن صامت کے ساتھ ہوئی، وہ یثرب میں کامل کے لقب سے سرفراز تھا اور اپنے شرف و نجابت، شعر و حکمت اور شجاعت و شہامت کیلئے کوئی ثانی نہیں رکھتا تھا، ایک مرتبہ جب وہ زیارت کعبہ کیلئے مکہ مکرمہ آیا تو حضور اقدس ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت دی، سوید نے

عرض کیا، شاید آپ کے پاس بھی وہی چیز ہے جو میرے پاس ہے، آپ نے فرمایا، تمہارے پاس کیا ہے، اس نے کہا، میرے پاس صحیفہ لقمان ہے، آپ نے اس میں سے کچھ سن کر فرمایا، یہ اچھی باتیں ہیں، لیکن میرے پاس اس سے بہتر کلام ہے، جسے خدائے بزرگ و برتر نے بنی نوع انسان کی ہدایت اور فوز و فلاح کیلئے نازل کیا ہے، پھر آپ نے چند آیات تلاوت فرمائیں، اس نے اس کلام بلاغت نظام کو سنا تو عرض کیا کہ فی الواقع یہ ایک اچھا کلام ہے، حضرت سوید قرآن پاک کی ان آیات کو دل میں چھپائے میثرب چلے گئے، وہ بے تامل اسلام لے آئے تھے، جب میثرب پہنچے تو قوم خزرج نے انہیں قتل کر دیا۔ ﴿ تاریخ طبری ﴾ علامہ بلاذری کا خیال ہے کہ سوید کا قتل ہی اوس اور خزرج کے درمیان جنگ بعاث کا سبب بنا تھا جس نے دونوں گروہوں کی کمر ہمت توڑ دی، ان کے بہترین لوگوں کو نکل لیا اور ان کی معیشت کو تباہ کر دیا، اس کے بہترین اشعار میں سے ایک یہ ہے۔

فرشبی بخیر طالما قد بریتنی

فخیر الموالی من یریش ولا یری

تو نے میری مخالفت کی، کیا تو میری اعانت نہیں کر سکتا، دوستوں میں بہترین شخص وہ ہے جو اصلاح پر آمادہ ہوتا ہے اور دوسروں کے نقائص گنوانے پر مصر

نہیں ہوتا۔ ﴿ سیرت ابن ہشام ۲: ۲۲۶ ﴾

انصار کا قبول اسلام:

..... ﴿ 1 ﴾ .....

حضرت امام ابن اسحاق رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں، جب اللہ سبحانہ نے اپنے دین کو ظاہر کرنے، اپنے نبی کو غلبہ دینے اور ان کے ساتھ کئے ہوئے وعدے کو پورا کرنے

کا ارادہ فرمایا تو اس کا سبب یہ ہوا کہ آپ ﷺ معمول کے مطابق موسم حج میں عرب کے مختلف قبائل کو اسلام کی دعوت دیتے اور اپنے آپ کو ان پر پیش کرتے ہوئے عقبہ کے پاس بنو خزرج کی ایک جماعت سے ملے جس کو اللہ تعالیٰ نے سعادت دارین کیلئے منتخب فرمایا تھا، عاصم بن عمر بن قتادہ اپنی قوم کے بزرگوں سے بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ ان کے پاس آئے تو ان سے پوچھا، تم کون ہو، انہوں نے کہا، ہم قبیلہ خزرج کی ایک جماعت ہیں، آپ نے پوچھا، وہ خزرج جو یہود کے دوست ہیں، بولے ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا، کیا تھوڑی دیر یہاں بیٹھتے نہیں، میں تم لوگوں سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں، بولے کیوں نہیں، ہم بیٹھ جاتے ہیں، چنانچہ وہ بیٹھ گئے، آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور ان پر اسلام پیش کیا اور قرآن حکیم کا کچھ حصہ پڑھ کر سنایا، اسلام کی بہتری کیلئے یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی کہ یہود ان کے ساتھ ایک شہر میں رہتے تھے، وہ اہل کتاب اور اہل علم تھے اور یہ بتوں کی پوجا کرنے والے مشرک تھے، بنو خزرج کو شہر میں غلبہ حاصل تھا، جب یہود کو کسی موقع پر ان سے کوئی تکلیف پہنچتی تو وہ کہتے، کوئی بات نہیں، جو کچھ کرنا ہے کر لو، ایک نبی کے مبعوث ہونے کا زمانہ نزدیک آ گیا ہے، ہم اس کے ساتھ مل کر تمہیں تمہاری شرارتوں کا مزہ چکھائیں گے اور تمہیں عا د اور ارم کی طرح قتل کریں گے، جب رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں سے گفتگو فرمائی اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا تو وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے، اے قوم! تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ وہی نبی ہے جس کی یہود تمہیں دھمکیاں دیتے ہیں، اب اس پر ایمان لانے میں انہیں تم پر سبقت نہیں کرنی چاہئے، چنانچہ انہوں نے اسی جگہ آپ ﷺ کی دعوت قبول کر لی اور آپ ﷺ کی تصدیق کرتے ہوئے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے، انہوں نے کہا، ہمارے پیچھے ہماری ایک ایسی قوم ہے، جتنی باہمی

عداوت اور جتنا با یک دگر خون خرابہ ان میں ہے، دنیا کی کسی قوم میں نہیں، ممکن ہے آپ کی کوششوں سے ان میں اتفاق ہو جائے، ہم وطن جا کر ان کو دعوت دیں گے اور جو دین ہم نے قبول کیا ہے، ان پر بھی پیش کریں گے، اگر آپ پر ایمان لانے میں سب کا اتفاق ہو گیا تو آپ سے زیادہ عزت والا کوئی نہیں ہوگا، پھر وہ لوگ ایمان کی دولت سے مالا مال ہو کر وطن واپس چلے گئے، امام ابن اسحاق رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں، بنو خزرج کے وہ سعادت مند درج ذیل چھ آدمی تھے:

1: بنو نجار سے ابو امامہ اسعد بن زرارہ۔

2: عوف بن حارث بن رفاعہ جو ابن عفران کے نام سے مشہور تھے۔

3: بنو عامر بن زریق بن جشم بن خزرج سے رافع بن مالک بن عجلان۔

4: بنو سلمہ سے قبہ بن عامر بن حدیدہ۔

5: بنو حرام بن کعب سے عقبہ بن عامر۔

6: بنو عبید بن عدی بن غنم سے جابر بن عبد اللہ بن رباب بن نعمان رضی اللہ عنہ۔

یاد رہے کہ یہ جابر بن عبد اللہ مشہور صحابی جابر بن عبد اللہ بن عمرو بن حرام نہیں ہیں، بعض مورخین نے جابر بن عبد اللہ بن رباب کی جگہ عبادہ بن صامت کا ذکر کیا ہے، پھر ان چھ سعادت مند آدمیوں نے جاتے وقت عرض کیا، امید غالب ہے کہ سب لوگ آپ پر ایمان لے آئیں گے، اگر ایسا ہوا اور سب آدمیوں نے آپ کی اتباع کر لی تو آپ سے زیادہ عزت والا کوئی نہیں ہوگا، اگلے سال حج کے موسم میں ہم آپ سے ملیں گے، پھر وہ خدا حافظ کہہ کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ﴿ مختصر سیرۃ الرسول: ۲۶۸، دلائل النبوة لابن نعیم: ۲۶۲ ﴾ یاد رہے کہ مقام عقبہ وادی منیٰ میں ایک مقام ہے یہاں انصار مدینہ کی موسم حج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین مرتبہ بالترتیب سال گیارہ، بارہ، تیرہ نبوی میں ملاقات ہوئی، پہلی مرتبہ ملاقات

میں چھ آدمی تو مسلمان ہوئے مگر بیعت کا کوئی ذکر نہیں، صرف اتنا ہے کہ حضور پر نور ﷺ نے ان کو دعوت اسلام دی جو انہوں نے قبول کر لی اور اپنی قوم کو بھی اس طرف مائل کرنے کا وعدہ کیا، پھر جب یہ چھ آدمی اپنی قوم میں پہنچے تو انہوں نے آپ کے متعلق آگاہ کیا اور اسلام کا پیغام گھر گھر میں پہنچایا، چنانچہ انصار مدینہ کا کوئی گھر ایسا نہیں تھا جس میں آپ کا تذکرہ نہ ہوتا ہو، جب اگلا سال آیا تو بارہ آدمی موسم حج کے موقعہ پر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، آدمی تو وہی تھے اور چھ آدمی مزید ساتھ لائے تھے، یہ ملاقات بھی مقام عقبہ پر ہوئی، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی جسے تاریخ اسلام میں بیعت عقبہ اولیٰ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ﴿ سیرت ابن ہشام ۱: ۲۸۱ ﴾ امام ابن سعد نے بھی طبقات کبریٰ میں اس کو بیعت عقبہ اولیٰ قرار دیا ہے، ان لوگوں نے توحید و رسالت کو تسلیم کرنے اور شرک، چوری، زنا، قتل اولاد، بہتان اور ہر قسم کی معصیت سے اجتناب کرنے پر بیعت کی تھی، انہی باتوں پر بعد میں عورتوں سے بیعت لی گئی، جیسا کہ قرآن پاک میں وارد ہے:

◎..... یا ایہا النبی اذا جاءک المؤمنت

غفور رحیم ۱۰ اے نبی! جب آپ کے پاس مومن عورتیں حاضر ہو کر ان شرطوں پر بیعت ہونا چاہیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی، نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ بہتان تراشی کریں گی جو ان کے ہاتھوں اور قدموں کے درمیان ہے اور نہ نیکی سے روگردانی کریں گی تو آپ ان کو بیعت فرمائیں اور اللہ سے ان کی مغفرت طلب کریں، بے شک اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ ﴿ سورۃ الممتحنہ: ۱۲ ﴾

یہ لڑائی فرض ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے، امام ابن اسحاق نے جابر بن عبد اللہ بن رباب کے سوا پہلے چھ آدمیوں کے نام گنوائے ہیں، جابر اس سال حج میں حاضر نہیں ہو سکے تھے، بارہ میں سے باقی سات سعادت مند افراد درج ذیل ہیں:

1: معاذ بن حارث بن رفاعہ، یہ بھی ابن عفرہ کے نام سے مشہور ہیں اور پہلے عوف کے بھائی ہیں۔

2: ذکوان بن قیس زرقی، کہتے ہیں یہ مکہ مکرمہ جا کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنے لگے تھے، اس لئے یہ انصاری مہاجر ہیں اور جنگ احد میں شہید ہوئے۔

3: عبادہ بن صامت بن قیس۔

4: ابو عبد الرحمن یزید بن ثعلبہ بلوی۔

5: عباس بن نضلہ، یہ بنو سلمہ سے تعلق رکھتے ہیں، یہ پانچوں حضرات قبیلہ خزرج سے ہیں۔

6: ابوالہیثم بن تہیان اشہلی۔

7: عویم بن ساعدہ، یہ دونوں قبیلہ اوس کے فرد ہیں، رضی اللہ عنہما

یہ بارہ آدمی اسلام لائے اور عورتوں جیسی بیعت کی یعنی بعد میں فتح مکہ کے موقع پر جن باتوں کے بارے میں عورتوں سے بیعت لینے کا حکم نازل ہوا، اسی کے مطابق انہوں نے بیعت کی، حضرت امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت عبادہ بن صامت سے روایت کیا ہے، میں ان نقیبوں میں سے ہوں، جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر اس طرح بیعت کی، ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، زنا نہیں کریں، جس جان کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے اس کو ناحق قتل نہیں کریں گے، لوٹ نہیں ڈالیں گے، نافرمانی نہیں کریں گے، اگر ہم اس کے مطابق عمل کریں گے تو جنت کے مستحق ہوں گے اور اس میں سے کسی

گناہ کا ارتکاب کریں گے تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہوگا اور ایک اور روایت میں ہے، جس نے ان گناہوں کا ارتکاب کیا اور اس کی سزا اسکو دنیا میں مل گئی تو اس کا وہ گناہ معاف ہو جائے گا اور وہ اسکی ذمہ داری سے بری الذمہ ہو جائے گا اور جس پر اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈالا، اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہوگا، چاہے اسے عذاب دے اور چاہے معاف کر دے، جب یہ لوگ جانے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصیؓ کو روانہ فرما دیا، انہیں حکم دیا کہ وہاں جا کر لوگوں کو قرآن پڑھائیں اور احکام اسلام کی تعلیم دیں اور دین کے مسائل سے آگاہ کریں، چنانچہ مدینہ طیبہ میں حضرت مصعب کو ”مقری“ یعنی قرآن پڑھانے والا کہا جانے لگا، ان کی رہائش ابو امامہ اسعد بن زرارہ برادر بنی نجار کے مکان میں تھی۔ ﴿ دلائل البیوۃ ص ۲۶۳ ﴾ ایک روایت ہے کہ انصار مدینہ نے بعد میں مکتوب لکھا تھا جس میں ایک ایسے آدمی کو بھیجنے کی استدعا کی گئی تھی جو ان کو قرآن پاک کی تعلیم دیتا، چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے اس خدمت دین کیلئے حضرت مصعب بن عمیر اور عمرو بن ام مکتوم نابینا کو ان کی طرف بھیجا، ان کی کوششوں سے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن خضیر جیسے سردار مسلمان ہوئے۔

..... ﴿ 2 ﴾ .....

بیعت عقبہ ثانیہ کا مکمل واقعہ کچھ اس طرح ہے، حضرت ابوالزبیر نے حضرت جابرؓ سے روایت کیا ہے، نبی اکرم ﷺ دس سال تک لوگوں کے گھروں میں حج کے موسم میں، عکاظ اور بجنہ کی منڈیوں میں اور منیٰ کی اقامت گاہوں میں منادی کرتے رہے کہ کوئی مجھے اپنے ہاں رہنے کی جگہ دے اور میری مدد کرے تاکہ میں اپنے رب کا پیغام اسکی مخلوق تک پہنچاؤں، اس کو جنت ملے گی مگر کوئی آپ کی مدد

نہیں کرتا تھا، حالت یہ تھی کہ اگر کوئی آدمی مصر سے یا یمن سے اپنے رشتہ داروں کے ہاں جاتا تو اس کی قوم اس کو تاکید کرتی کہ خبردار! اس قریشی نوجوان سے ہوشیار رہنا، کہیں تمہیں فتنہ میں مبتلا نہ کر دے، آپ دین خدا کی دعوت دینے کیلئے نکلتے تو لوگ انگلی سے آپ کی طرف اشارے کرتے یہاں تک کہ انصار کو اللہ تعالیٰ نے مدینہ سے مکہ بھیجا، ان میں سے کوئی آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوتا تو آپ اسے احکام الہی سکھاتے اور قرآن پڑھاتے، وہ واپس مدینہ منورہ آ کر تبلیغ کرتا تو اسکے سارے گھر والے مسلمان ہو جاتے، اس طرح انصار کا کوئی خاندان ایسا نہیں تھا جس میں اسلام کا برملا اظہار کرنے والی ایک جماعت موجود نہ ہو، ایک وقت ایسا آیا کہ ہم سب اہل مدینہ نے مشورہ کیا اور طے پایا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کب تک مکہ کے پہاڑوں میں پھریں گے اور اہل مکہ سے چھپ کر زندگی گزاریں گے، ہمیں آگے بڑھ کر آپ کا ہاتھ بٹانا چاہئے اور اس مصیبت کی زندگی سے آپ کو نجات دلانا چاہئے، چنانچہ ہم نے موسم حج میں آپ سے ملاقات کی اور عقبہ کی گھاٹی میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا وعدہ کیا، آپ کے چچا عباس کو پتہ چلا تو کہنے لگے، بھتیجے! معلوم نہیں آپ کے پاس یہ کون لوگ آتے ہیں، اہل یثرب سے میں بھی واقف ہوں، پھر جب مقررہ جگہ میں ایک ایک دو آدمی مل کر آپ ﷺ کے پاس جمع ہوئے اور عباس نے ہمیں دیکھا تو کہا، ان لوگوں کو تو میں نہیں جانتا، یہ تو نو عمر ہیں، ہم نے کہا، یا رسول اللہ! ہم کس بات پر آپ کی بیعت کریں گے؟ آپ نے فرمایا، خوشی اور ناخوشی پر، بات سننے اور اس کے مطابق عمل کرنے پر، تنگی اور خوشحالی میں خرچ کرنے پر اور اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرو گے اور جب میں تمہارے پاس آؤں تو میری مدد کرو گے، مجھے اس چیز سے بچاؤ گے جس



سے اپنی جانوں اور بیوی بچوں کو بچاتے ہو، اس کے بدلے میں تمہیں جنت ملے گی، ہم لوگ بیعت کرنے کیلئے اٹھے تو اسعد بن زرارہ نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا، یہ وہاں جمع ہونے والے ستر آدمیوں میں سب سے چھوٹے تھے، انہوں نے کہا، اے اہل یثرب! ذرا صبر سے کام لو اور دیکھو، ہم نے آپ کی طرف سفر اس لئے کیا ہے کہ ہمیں یقین ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں مگر آپ کو ساتھ لے جانے میں سارے عرب کی دشمنی مول لینا ہے، ایک ایسا وقت بھی آسکتا ہے کہ تم پر تلواریں چلیں گی، تمہارے بہتر لوگ قتل ہوں گے، اگر یہ سب کچھ برداشت کرنے کیلئے تیار ہو تو آپ کو اپنے ساتھ لے چلو، اس کا اجر اللہ تعالیٰ سے پاؤ گے، اور اگر تم ڈرتے ہو کہ یہ بوجھ نہیں اٹھا سکو گے تو آپ کو یہاں رہنے دو، تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک معذور سمجھے جاؤ گے، یہ تقریر سن کر سب بولے، اسعد! اپنا ہاتھ پیچھے ہٹاؤ، خدا کی قسم ہم اس بیعت سے پیچھے نہیں ہٹیں گے اور نہ اس کو واپس کریں گے، چنانچہ ایک ایک آدمی آتا رہا اور آپ سے بیعت کرتا رہا اور آپ اسے جنت کی بشارت دیتے رہے۔

﴿ مختصر سیرۃ الرسول: ۲۷۲، سیرت ابن کثیر: ۲: ۱۹۵، سل الہدیٰ: ۳: ۲۷۷ ﴾ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ کتنے خوبصورت ہیں، یاخذ علينا شرطه و يعطينا على ذلك الجنة، حضور اقدس ﷺ اپنی شرط پر ہم سے بیعت لیتے رہے اور ہمیں جنت عطا فرماتے رہے، یہ روایت امام احمد اور امام بیہقی نے بھی بیان کی ہے، امام حاکم اور امام ابن حبان نے اس کو صحیح کہا ہے، امام ابن اسحاق کے نزدیک بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک افراد کی تعداد تہتر تھی جن میں دو خواتین بھی تھیں، ایک کا نام ام عمارہ نسیبہ بنت کعب جو قبیلہ مازن بنی نجار سے تعلق رکھتی تھیں، دوسری خاتون کا نام اسما بنت عمرو بن عدی تھا جو بنو سلمہ سے تعلق رکھتی تھیں، علامہ ابن کثیر کے نزدیک گیارہ افراد قبیلہ اوس سے جبکہ باسٹھ افراد قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے، انصار کے قافلے کی قیادت

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے، اس قافلے میں یثرب کے مشرک بھی تھے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب کی کامیاب سرگرمیوں کو سن کر بہت زیادہ خوشی کا اظہار فرمایا۔ ﴿سیرت حلبیہ ۱: ۲۰۸﴾ یثرب کے مشرکین میں سے ایک سردار عبداللہ بن عمرو بن حرام بھی تھا، انصار نے کہا کہ تم ہمارے سردار ہو، ہمیں گوارا نہیں کہ تم ہمیشہ کیلئے دوزخ میں چلے جاؤ، چنانچہ وہ بھی ان کی تبلیغ پر مسلمان ہو گیا اور بیعت عقبہ میں شرکت کی، اس تاریخی بیعت میں انصار نے کمال جان نثاری کا مظاہرہ کیا، ایک روایت ہے کہ ابوالہیشم رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ کر کے عرض پرداز ہوئے، یا رسول اللہ! ہم اگر آپ کی پیروی میں لوگوں سے جنگ کریں اور تمام تر رشتہ داریاں پس پشت ڈال دیں تو آپ ہمیں بے یار و مددگار چھوڑ کر اپنے شہر تو نہیں چلے آئیں گے، آپ ان کی بات سن کر مسکرائے اور فرمایا، الدم والدم والهدم والهدم، تمہاری جنگ کے ساتھ میری جنگ ہوگی اور تمہاری صلح کے ساتھ میری صلح ہوگی، سیرت ابن ہشام کی روایت میں ہے، تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں، جس سے تم لڑو گے اس سے میں لڑوں گا اور جس سے تم صلح کرو گے اس سے میں صلح کروں گا، پھر سب انصار نے ان الفاظ کے ساتھ بیعت فرمائی تھی:

①..... ابوالہیشم نے کہا، یا رسول اللہ! میں آپ کی اس طرح بیعت کر رہا ہوں جس طرح بنی اسرائیل کے بارہ نقیبوں نے بیعت کی تھی۔

②..... عبداللہ بن رواحہ نے کہا، یا رسول اللہ! میں اس امر پر آپ کی بیعت کر رہا ہوں کہ جس طرح حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔

③..... اسعد بن زرارہ نے کہا، یا رسول اللہ! میں اس بات پر بیعت کر رہا ہوں کہ وفا میرے عہد کی تصدیق کرے گی اور عمل میرے قول کی تائید کرے گا۔

◎..... نعمان ابن حارثہ نے کہا، یا رسول اللہ! میں اس بات پر بیعت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوئی قریب اور بعید کا رشتہ خاطر میں نہیں لاؤں گا، اگر آپ کا حکم ہو تو ہم ابھی تلواریں لے کر اہل منیٰ پر پل پڑیں، آپ نے فرمایا! بھی مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا۔

◎..... عبادہ بن صامت نے کہا، یا رسول اللہ! میں اس بات پر بیعت کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کو خاطر میں نہیں لاؤں گا۔

◎..... سعد بن ربیع نے کہا، یا رسول اللہ! میں اس بات پر بیعت کرتا ہوں کہ کبھی خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی نہیں کروں گا اور نہ کبھی ان سے نقض عہد کروں گا۔

روایات میں آتا ہے کہ بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما بھی رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ راستے کی نگرانی کر رہے تھے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ دھانے پر متعین تھے، جب تمام لوگ سکون کے ساتھ بیٹھ گئے تو حضرت عباس نے کہا، اے خزرج کے لوگو! ہماری نگاہوں میں جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا مقام ہے اس سے تم بخوبی آگاہ ہو، ہم نے قریش مکہ کے ہم عقیدہ ہو کر بھی ان کا خوب دفاع کیا ہے، اگر تم نے اپنے معاہدے پر قائم رہنا ہے تو خوب ورنہ کل کسی مرحلے میں ان کو بے یار و مددگار چھوڑنے سے بہتر ہے کہ آج ہی دستبردار ہو جاؤ، کیونکہ یہ اپنے اہل قوم میں معزز بھی ہیں اور محفوظ بھی، انصار نے جواب دیا، اے عباس! ہم نے آپ کی گفتگو سن لی، یا رسول اللہ! اب آپ ارشاد فرمائیے، رسول اللہ ﷺ نے قرآن پاک کی چند آیات کی تلاوت فرمائی، اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا ذکر فرمایا اور اسلام کی بنیادی تعلیمات پر روشنی ڈالی، پھر فرمایا، میں اپنے رب تعالیٰ کے بارے میں یہ شرط رکھتا ہوں

کہ تم میرا ایسے ہی دفاع کرو گے جس طرح اپنی عورتوں، بیٹیوں اور جانوروں کا دفاع کرتے ہو، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اگر ہم ان شرطوں کو مان لیں تو کیا انعام ملے گا، آپ نے فرمایا، تمہیں جنت ملے گی، انہوں نے عرض کیا، یہ سودا تو بڑا ہی فائدہ مند ہے، یہ معاہدہ نہ ہم توڑیں گے اور نہ کسی کو توڑنے دیں گے، ﴿سیرت حلبیہ ۳۱۰:۱﴾ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بارہ نقیب مقرر فرمائے، جن کے اسما گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

- 1: حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہ..... یہ بنی نجار کے نقیب مقرر ہوئے۔
- 2: حضرت رافع بن مالک..... یہ بنی زریق کے نقیب مقرر ہوئے۔
- 3: حضرت سعد بن ربیع..... یہ بنی حارث کے نقیب مقرر ہوئے۔
- 4: حضرت عبداللہ بن رواحہ
- 5: حضرت سعد بن عبادہ..... یہ بنی ساعدہ کے نقیب مقرر ہوئے۔
- 6: حضرت منذر بن عمرو۔
- 7: حضرت براء بن معرور۔
- 8: حضرت عبداللہ بن عمرو۔
- 9: حضرت عبادہ بن صامت۔
- 10: حضرت اسید حفیر..... یہ بنی عبدالاشہل کے نقیب مقرر ہوئے۔
- 11: حضرت رفاعہ بن عبدالمنذر۔
- 12: حضرت سعد بن خثیمہ (سبل الہدیٰ ۳: ۲۸۱) ﴿

ان مبارک نقیبوں میں نو کا تعلق بنو خزرج سے اور آخری تین کا تعلق بنو اوس کے ساتھ تھا۔

## شیطان کا اظہار غم:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ بیعت کرنے سے فارغ ہو گئے تو شیطان نے گھائی کی بلندی سے چلا کر کہا، اے منیٰ کے خیموں میں اترنے والو! کیا تمہیں مذمم اور اسکے بے دین ساتھیوں کے منصوبوں کی کچھ خبر ہے، ﴿ معاذ اللہ ﴾ یہ تم سے لڑنے کیلئے اکٹھے ہو رہے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، گھائی پر متعین شیطان ہے، اس کا نام ازب بن ازیب ہے، پھر آپ نے فرمایا، اللہ کے دشمن! کان کھول کر سن لے، اللہ کی قسم! میں عنقریب تیرے لئے فارغ ہو جاؤں گا، پھر آپ نے صحابہ سے فرمایا، اپنے اپنے ڈیروں پر چلے جاؤ، لیکن حضرت عباس بن عبادہ بن نھلمہ نے کہا، اس خدا کی قسم جس نے آپ کو وحی کے ساتھ بھیجا ہے، اگر آپ اجازت دیں تو ہم تلواریں لے کر اہل منیٰ پر پل پڑتے ہیں اور انہیں نیند ہی میں موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں، آپ نے فرمایا، ہمیں اس کی اجازت نہیں، آپ سب حضرات اپنے ڈیروں پر چلے جائیں، چنانچہ ہم آ کر اپنے بستروں پر لیٹ گئے اور صبح تک سوتے رہے، صبح ہوئی تو قریش کے سردار اور رئیس ہمارے ڈیروں پر آئے اور پوچھنے لگے، اے گروہ خزرج! ہمیں خبر ملی ہے کہ تم ہمارے اس ساتھی کے پاس آئے ہو اور اسکو اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہو اور ہمارے ساتھ لڑنے کیلئے اس کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہو، بخدا عرب کا کوئی ایسا قبیلہ نہیں کہ اس کے ساتھ لڑنا ہمیں تمہارے ساتھ لڑنے سے زیادہ ناپسند ہو، ہماری قوم کے مشرک جو وہاں موجود تھے، اٹھے اور خدا کی قسم اٹھا کر کہنے لگے ایسا ہرگز نہیں ہوا، ہمیں اس کا قطعاً علم نہیں، وہ سچ ہی کہتے تھے، انہیں واقعی اس کا کوئی علم نہیں تھا، اس موقع پر عبد اللہ بن ابی مشہور منافق نے

بھی کہا، یہ خبر باطل ہے، ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا، میری قوم اس قسم کے اہم معاملے کا فیصلہ میرے بغیر نہیں کرتی، قریش مکہ یہ سن کر مطمئن ہو کر چلے گئے لیکن بعد میں انہیں معلوم ہو گیا کہ اس قسم کا واقعہ ضرور ہوا ہے اس لئے وہ مدنی مسلمانوں کی تلاش میں نکلے مگر سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو کے سوا کوئی ہاتھ نہ آیا، منذر بن عمرو بھی بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے مگر سعد بن عبادہ گرفتار ہو گئے، انہوں نے ان کے ہاتھ پالان کی رسی سے ان کی گردن کے ساتھ باندھ دیئے اور مکہ مکرمہ لا کر بہت مارا پیٹا اور ان کے سر کے بال کھینچ کر عذاب دیا، ابھی وہ ظلم و ستم کر رہے تھے کہ جبیر بن معطم اور حارث بن حرب نے درمیان میں آ کر چھڑایا کیونکہ جب وہ اپنی تجارت لے کر مدینہ سے گزرتے اور اہل مدینہ سے کوئی ان پر ظلم و ستم کرنا چاہتا تو سعد بن عبادہ ان کو بچایا کرتے تھے، ادھر جب انصار نے دیکھا کہ سعد تو کفار مکہ کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے ہیں، انہوں نے جوابی حملے کیلئے تیاری کی مگر ان کو آتے دیکھ کر رک گئے اور پھر وہ سب رسول اللہ ﷺ کی عقیدت و مسرت کے ساتھ مدینہ کو کوچ کر گئے، اس موقع پر ضرار بن خطاب بن مرداس نے کہا ۔

تدارکت سعناً عنوة فاسرتہ . وکان شفائی لو تدارکت مندراً

ولو نلتہ طلت و ما جراحہ . وکان حقیقاً ان یهان و یهدراً

ترجمہ: میں نے سعد کو بزور بازو پکڑ لیا اور گرفتار کر لیا مگر میرا سینہ تو

تب ٹھنڈا ہوتا اگر میں منذر کو بھی پکڑ لیتا اور اگر میں اس کو پکڑ لیتا تو

اس کے زخموں کا خون باطل نہ ہوتا اور وہ مستحق بھی تھا کہ اس کی بے

عزتی کی جائے اور اس کا خون بہایا جائے۔

حضرت امام ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ان دو شعروں کا جواب حضرت حسان بن

ثابت رضی اللہ عنہ نے درج ذیل اشعار میں دیا ۔

لست الى سعد ولا المرء منذر اذا ناما مطايا القوم اصبحن ضمرا  
 فلو لا ابو وهب لمرت قصائد الى شرف البرقاء يهوين حسرا  
 الفخر بالكتان لماسته وقد يلبس الانباط ريطاً مقصرا  
 فلاتك كالوسنان يحلم انه بقرية كسرى او بقرية قيصرا  
 ولاتك كالشكلى وكانت بمغرل عن الشكل لو كان الفواد تفكرا  
 ولاتك كالشاة التى كان حتفها بحفر ذراعها فلم ترض محضرا  
 ولاتك كالعادي و اقبل نحره ولم يخشه سهم من النبل مضمرا  
 فانا ومن يهدى القصائد نحونا كمستبضع تمراً الى اهل خيبرا

ترجمہ: تو سعد اور منذر تک نہیں پہنچ سکتا جب تک تضمیر شدہ سواریاں ان کی سواری کیلئے موجود ہیں، اگر ابو وہب کا لحاظ نہ ہوتا تو میرے ہجو یہ قصیدے کھلم کھلا شرف البرقا تک پہنچ جاتے، کیا تو کتان کے عمدہ کپڑے پہن کر فخر کرتا ہے، حالانکہ کبھی کسان بھی دھلی ہوئی باریک چادریں پہن لیتے ہیں، اس اونگھنے والے کی طرح نہ بن جو خواب دیکھتا ہے کہ کبھی وہ کسریٰ اور کبھی قیصر کے شہر میں پہنچ گیا ہے اور اس مرے ہوئے بچے والی عورت کی طرح نہ ہو جو بچہ مرنے کے غم سے دور ہے، اگر اس کے دل میں سوچنے کا مادہ ہو، اور نہ اس بکری کی طرح ہو جس کی موت اس کے کھروں سے زمین کھودنے کے باعث ہوئی اور وہ اس کھدائی سے راضی نہ ہوئی، اور نہ اس چیخنے والی کی طرح ہو جس کا سینہ سامنے ہے اور ابھی اس میں باریک اور تیز تیر پوست نہیں ہوا، ہماری طرف ہجو یہ قصیدے بھیجنے والا ایسا ہے جیسے کوئی تاجر کھجوریں بیچنے کیلئے خیبر کا قصد کرے۔ ﴿ مختصر سیرۃ الرسول ص ۲۷۶، ۲۷۷ ﴾

## دیار یشرب کے چند واقعات:

نبوت کے بارہویں اور تیرہویں سال کے دوران دیار یشرب میں کچھ ایمان افروز واقعات کا ظہور ہوا، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بہت خوبصورت اور صاحب علم شخصیت کے حامل تھے، آپ کی زبان میں فیضان نبوت کی برکت سے از حد تاثیر تھی، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو دیار یشرب کے لئے بھیجا تو انہوں نے جاتے ہی اپنے اعلیٰ اخلاق اور عمدہ شمائل سے لوگوں کے دل جیت لئے، اس ضمن میں چند واقعات پیش خدمت ہیں تاکہ مبلغین اسلام کیلئے راہنمائی کا ذریعہ حاصل ہو جائے۔

### ..... ﴿ 1 ﴾ .....

ایک روز حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر عبدالاشہل اور بنو ظفر کے علاقے میں آئے اور ایک باغیچے میں ”بئر مرق“ نامی کنویں کے پاس بیٹھ گئے، اردگرد کے علاقے سے مسلمانوں کو معلوم ہوا تو وہ بھی وہاں اکٹھے ہو گئے، ان دنوں سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر اپنی قوم بنو عبد الاشہل کے سردار تھے، وہ دونوں ابھی مشرک اور بت پرست تھے، سعد بن معاذ نے اسید بن حضیر سے کہا، تمہارا باپ مرے، تم ان دونوں کے پاس جاؤ اور ان کی سرزنش کرو کہ ہمارے لوگوں کو بیوقوف نہ بنائیں، اگر مجھے اپنے خالہ زاد اسعد بن زرارہ کا لحاظ نہ ہوتا تو میں خود وہاں چلا جاتا، اسید بن حضیر نے نیزہ سنبھالا اور بنو ظفر کے باغیچے کی طرف چل پڑا، اسے دیکھ کر حضرت اسعد رضی اللہ عنہ نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ سے کہا، وہ ہمارا سردار آرہا ہے، اسے اس طریقے سے تبلیغ کرو کہ وہ بھی دین خدا کی تصدیق کرنے لگے، اتنے میں اسید بن حضیر قریب آ گیا، اس نے غصے کے عالم



میں کہا، تم کیا ہمارے لوگوں کو بیوقوف بنانے کیلئے یہاں آگئے ہو، اگر تمہیں اپنی زندگی عزیز ہے تو فوراً یہاں سے چلے جاؤ، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، آپ ذرا سی دیر ہمارے پاس بیٹھئے، ہماری گفتگو سنئے، اگر پسند آگئی تو قبول کیجئے اور اگر آپ کو پسند نہ آئی تو ہم خاموش ہو جائیں گے، اسید بن خضیر نے کہا، تم نے انصاف کی بات کی ہے، لہذا اپنا نیزہ زمین میں گاڑ کر وہاں بیٹھ گیا، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے اسلام کی بنیادی تعلیمات کا بیان شروع کیا اور قرآن پاک کی چند آیات تلاوت فرمائیں، لوگوں نے خاموش بیٹھے ہوئے اسید بن خضیر کے چہرے پر ایمان کا جھلملاتا ہوا نور مشاہدہ کر لیا تھا، اس نے بے اختیار ہو کر کہا، آپ نے کتنی عمدہ تعلیمات کا درس دیا ہے، اگر کوئی شخص آپ کے دین میں داخل ہوتا چاہے تو اسے کیا کرنا پڑے گا، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، پہلے غسل کرے پھر پاکیزہ لباس پہن کر کلمہ پڑھے اور دو رکعت نماز نفل ادا کرے، یہ ہدایت سن کر اسید بن خضیر اٹھا اور پہلے جا کر غسل کیا، پھر پاکیزہ کپڑے پہنے اور کلمہ طیبہ پڑھ کر دو رکعت نماز نفل ادا کی، پھر اس نے کہا، میرے پیچھے ایک شخص ہے، اگر وہ آپ کا پیروکار بن گیا تو ساری قوم دین خدا کو قبول کر لے گی، میں اس کو بھی آپ کے پاس بھیجتا ہوں، اب حضرت اسید بن خضیر رضی اللہ عنہ نے نیزہ پکڑا اور سعد بن معاذ کے پاس آئے، سعد بن معاذ اپنی قوم کے ہمراہ ان کا انتظار کر رہا تھا، جب اس نے حضرت اسید بن خضیر کو آتے دیکھا تو پکارا اٹھا، میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں، اسید کا چہرہ بدلہ ہوا ہے، جس چہرے کے ساتھ وہ گیا تھا، اس کے ساتھ واپس نہیں آیا۔ ﴿ بل الہدیٰ ۳: ۳۷ ﴾

..... ﴿ 2 ﴾ .....

جب حضرت اسید بن خضیر رضی اللہ عنہ پہنچے تو سعد بن معاذ نے پوچھا، معاملہ کیسا رہا، انہوں نے کہا، مجھے تو ان لوگوں کی گفتگو میں کوئی خرابی نظر نہیں آئی، ہاں مجھے کسی

نے بتایا ہے کہ بنو حارثہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ وہ تمہارے خالہ زاد ہیں، یہ سنتے ہی سعد بن معاذ کو جوش آ گیا، وہ نیزہ لے کر اس طرف چل پڑا، اس نے دیکھا کہ وہ دونوں تو نہایت اطمینان کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، پھر وہ سمجھ گیا کہ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اسے صرف اسی لئے بھیجا ہے کہ وہ بھی ان کی گفتگو سن لے، اس نے اسعد سے مخاطب ہو کر کہا، اللہ کی قسم! اے ابو امامہ، اگر میرے اور تمہارے درمیان رشتہ نہ ہوتا تو تم کبھی ہمارے علاقے میں آ کر یہ کام کرنے کی جسارت نہ کرتے، ادھر حضرت اسعد رضی اللہ عنہ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ سے کہا، ہمارے پاس اپنی قوم کا سردار آ گیا ہے، اگر اس نے آپ کی تابع فرمانی قبول کر لی تو پھر کوئی فرد پیچھے نہیں رہے گا، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے سعد بن معاذ! کیا آپ بیٹھ کر میری گفتگو نہیں سن سکتے، اگر آپ کو میری گفتگو پسند آگئی تو قبول کر لینا ورنہ ہم آپ کے ناپسندیدہ کام سے دستبردار ہو جائیں گے، یہ صاف ستھری گفتگو سن کر سعد بن معاذ نے کہا، تم نے بڑے انصاف کی بات کی ہے، پھر وہ اپنا نیزہ زمین میں گاڑ کر بیٹھ گیا تو حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا اور قرآن پاک کی چند آیات کی تلاوت فرمائی، حضرت موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے سورۃ الزخرف کی ابتدائی آیات کی تلاوت فرمائی تھی، قرآن پاک نے سعد بن معاذ کے دل کی دنیا کو تبدیل کر کے رکھ دیا، اس کے چہرے پر ایمان کی روشنی ہو پیدا ہونے لگی، اس نے بھی پوچھا کہ اگر کوئی شخص تمہارے دین میں داخل ہونا چاہے تو اسے کیا کرنا چاہئے، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، غسل کر کے پاکیزہ لباس پہننا چاہئے، پھر اسے کلمہ پڑھ کر دو رکعت نماز نفل ادا کرنی چاہئے، سعد بن معاذ نے بھی یہ کام کیا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گیا، جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اپنی قوم میں آئے تو لوگوں نے کہا، اللہ کی قسم! اس

کا چہرہ بھی بدلہ ہوا ہے، انہوں نے اپنی قوم سے کہا، اے عبدالاشہل کے لوگو! تم میرے متعلق کیا رائے رکھتے ہو، سب نے بیک زبان ہو کر کہا، آپ ہمارے سردار ہیں، آپ کی رائے افضل ہے اور آپ کی ذات مبارک ہے، انہوں نے کہا، تمہارے مردوں اور عورتوں کے ساتھ میرا اس وقت تک گفتگو کرنا حرام ہوگا جب تک تم لوگ ایمان قبول نہ کر لو گے، شام ہونے تک بنو عبدالاشہل کا کوئی فرد بھی ایسا نہ رہا جس نے دامن اسلام سے وابستگی اختیار نہ کر لی، پھر حضرت سعد اور حضرت مصعب کی کوششوں سے انصار کے خاندان مسلمان ہو گئے، صرف چند خاندان اپنے قومی شاعر ابو قیس کی وجہ سے کفر پر قائم رہے، غزوہ خندق کے موقعہ پر انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

..... ﴿3﴾ .....

ابو قیس بہت بڑا شاعر تھا اور اپنی قوم کا دانشور تھا، بت پرستی سے دل برداشتہ تھا، راہبانہ طور طریقے کو پسند کرتا تھا، اس کے حجرے میں کوئی حائضہ عورت داخل نہ ہو سکتی تھی، اس نے اپنے ساتھ عہد کر رکھا تھا کہ وہ ہمیشہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خدا کی عبادت کرے گا، جب سرکارِ مدینہ منیٰ ﷺ وہاں تشریف فرما ہوئے تو ابو قیس نے بڑھاپے کے عالم میں اسلام قبول کر لیا اور بقیہ زندگی آپ کی اطاعت اور محبت میں بسر کی، روایت میں ہے کہ وہ بڑا حق گو انسان تھا، اس نے زمانہ جاہلیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی از حد تعظیم کی اور اسکی عظمت و بزرگی میں بڑے اچھے اشعار قلمبند کئے۔ ﴿سمل الحدیٰ ۳: ۲۷۵﴾

ایک اور شخص اصیرم بن عمرو کے نام سے مشہور تھا، اس نے بھی اپنی قوم کے ساتھ اسلام قبول نہ کیا، جب میدان احد میں اہل اسلام اور اہل کفر نبرد آزما ہوئے تو وہ اسلام کی صداقت سے متاثر ہو کر میدان میں کود پڑا یہاں تک کہ شدید

زخمی ہو گیا، بنو عبدالاشہل اپنے زخموں کی تلاش میں نکلے تو انہیں اصیرم بن عمرو بھی مل گیا، اس پر حالت نزع طاری تھی، انہوں نے پوچھا، تم کیسے آئے، اس نے کہا، میں صرف اسلام کی خاطر یہاں آیا ہوں، میں نے اسلام قبول کر لیا اور اس کیلئے جنگ کرتے ہوئے میری یہ حالت ہوئی جس کا تم مشاہدہ کر رہے ہو، پھر اسکی جان قفس عنصری سے نکل گئی، انہوں نے حضور اقدس ﷺ سے سارا ماجرا بیان کیا تو آپ نے فرمایا، انه لمن اهل الجنة، بے شک وہ اہل جنت میں شمار ہوگا، حضرت اصیرم بن عمرو رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ وہ جنتی ہیں جنہوں نے ایک بھی نماز ادا نہیں کی، کیونکہ انہوں نے اسلام قبول کیا، تلوار پکڑی، زخمی ہوئے اور شہید ہو گئے۔ ﴿اسد الغابہ ۴: ۹۱﴾ حضرت اقبال کہتے ہیں ۔

شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن  
نہ مال، نہ نیت، نہ کشور کشائی  
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو  
عجب چیز ہے لذت آشنائی

..... ﴿4﴾ .....

حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ حضور اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ میں کتنی دیر قیام کیا، وہ کہنے لگیں، کیا تم نے ابوصرعہ قیس بن ابی انیس کے اشعار نہیں پڑھے، پھر انہوں نے وہ اشعار سنائے ۔

ثم قریش بضع عشرة حجة      يذکر لولا فی صدیقاً موآتياً  
ويعوض فيها فی المواسم نفسه      فلم ير من یووی ولم ير داعياً  
فلما اتانا واطمانت به النوی      واصبح مسروراً بطیبه راضياً

ترجمہ: پھر آپ قریش میں دس اور کچھ سال اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتے

رہے کہ شاید کسی تصدیق کرنے اور اطاعت کرنے والے سے ملاقات ہو جائے اور موسم حج پر لوگوں کو اپنی رسالت کی دعوت پیش کرتے رہے مگر آپ نے کوئی پناہ دہندہ اور داعی حق نہ پایا، پھر جب آپ ہمارے پاس تشریف لائے تو اسلام کا گھر مطمئن ہو گیا اور آپ قلب و جگر سے مسرور اور راضی ہو گئے۔ ﴿دلائل النبوة ص ۲۶۵، مستدرک ۲: ۶۲۷﴾

..... ﴿5﴾ .....

دیار یشرب میں بنو سلمہ کے ایک سردار کا نام عمرو بن جموح تھا، وہ بڑی سختی کے ساتھ کفر و شرک پر ڈٹا ہوا تھا، لیکن اس کا فرزند معاذ بن عمرو دولت اسلام سے مشرف ہو چکا تھا، اس نے بھی عقبہ میں حضور اقدس ﷺ کے دست مقدس پر بیعت کی تھی، عمرو بن جموح نے اپنے گھر میں لکڑی کا بت بنوا کر رکھا ہوا تھا، بت کا نام ”لات“ تھا، وہ ہر وقت اس معبود باطل کی عبادت میں لگا رہتا تھا، بنو سلمہ کے مسلمان نوجوانوں نے عمرو بن جموح کو کفر و شرک سے ہٹانے کیلئے ایک منصوبہ بنایا، وہ یہ کہ رات کے وقت وہ اسکے بت کو اٹھاتے اور باہر بنو سلمہ کے کسی ایسے گڑھے میں پھینک آتے جو کوڑے کرکٹ سے بھرا ہوتا، عمرو بن جموح صبح سویرے اٹھ کر معبود باطل کو تلاش کرتا اور کہتا، تمہاری خرابی، آج رات کس نے ہمارے معبود پر ظلم کیا، پھر وہ کسی گڑھے میں اسے مل جاتا تو اسے اٹھا کر لے آتا، اسے غسل دیتا، خوشبو لگاتا اور پھر سجا بنا کر پوجنا شروع کر دیتا، ساتھ ساتھ کہتا، کاش مجھے معلوم ہو جائے کہ کس آدمی نے تیرے ساتھ یہ ظلم کیا ہے تاکہ میں اس کی خوب خبر لوں، یہ ہر روز کا معمول بن گیا تو ایک دن اس نے تنگ آ کر تلوار بت کے گلے میں لٹکا دی اور کہا، اللہ کی قسم! مجھے نہیں معلوم کہ وہ ظالم کون ہے، اگر تجھ میں کوئی خیر ہے تو خود اس تلوار کے ساتھ اپنا دفاع کر لے، جب رات آئی تو نوجوانوں نے مرے ہوئے

کتے کو اس کے ساتھ باندھا اور غلاظتوں کے ڈھیر پر پھینک دیا، ادھر عمرو بن جموح مطمئن تھا کہ آج رات اس کا معبود ضرور مقابلہ کرے گا مگر صبح ہوتے ہی اسکی مردانگی کی قلعی کھل گئی، اس نے دیکھا کہ اس کا معبود بے بسی کی تصویر بنا مردہ کتے کے ساتھ غلاظتوں کے ڈھیر پر پڑا ہوا تھا، اب اس کی آنکھوں سے جہالت کے پردے اٹھ گئے، اسے شعور حاصل ہو گیا کہ جو معبود خود اپنی تذلیل کا بدلہ نہیں لے سکتا، وہ اس کیلئے کیونکر خیر کا باعث ہو سکتا ہے، اس نے کلمہ پڑھ کر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا اور اپنے جذبات کا اظہار اس طرح سے کیا۔

والله لو كنت الهالم تكن انت و كلب وسط بئر في قرن  
 اف لم لفاك الهامستن الان فتشناك عن سو الغبن  
 هو الذي انقلدني من قبل ان اكون في ظلمة قبر مرتين  
 الحمد لله العلي ذي المنن الواهب الرزاق ديان الدين

ترجمہ: اللہ کی قسم! اگر تو خدا ہوتا تو دامن کوہ میں گڑھے کے اندر تو اور کتا اکٹھے نہ پڑے ہوتے، افسوس ہے تیرے یوں مرنے پر، کیا تو ایسا ذلیل خدا تھا، اب ہم نے تحقیق کی تو تجھے نہایت حماقت کا مرکز پایا، وہ تو اللہ ہی ہے جس نے مجھے بچا لیا، اس سے پہلے کہ میں اندھیری قبر میں رکھ دیا جاتا، اللہ تعالیٰ کیلئے تمام تعریف ہے جو والی نعمت ہے، جو سچا رازق ہے اور جزا و سزا کا مالک ہے۔ ﴿دلائل النبوة﴾

حضرت ابراہیم بن سلمہ نے محمد بن اسحاق سے اپنی روایات میں یہ اضافہ کیا ہے کہ جب عمرو بن جموح نے خدا تعالیٰ کو پہچان لیا اور بت پرستی سے کنارہ کشی کر لی تو ضلالت و سفاہت سے چھٹکارا حاصل کرنے کی خوشی میں یہ اشعار کہے۔

الوب الى الله ماضي واستنقذ الله من نارہ

والنی علیہ بنعمائہ  
فبحانہ عدد الخاطئن  
هدانی وقد كنت فی ظلمة  
وانقذنی بعد سب القذا  
فقد کذت اهلکت فی ظلمة  
فحمداً وشکراً له ما بقیت  
اللہ الام و جبارہ

ترجمہ: میں گزشتہ گناہوں کی اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں اور اسکی دوزخ سے اسکی پناہ مانگتا ہوں، اس کی نعمتوں پر اس کی ثنا کہتا ہوں جو حرم اور اس کے پردوں کا خدا ہے، اللہ تعالیٰ کیلئے حمد و ثنا ہے گناہ کرنے والوں کی تعداد کے برابر اور آسمان اور اس کی موسلا دھار برسنے والی بارش کے قطروں کی تعداد کے برابر، اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت عطا کر دی جبکہ میں تاریکی میں تھا، منات اور اسکے پتھروں کا حامی اور دوست تھا، سر سفید ہونے کے بعد مجھے اس کی نحوست اور عار سے نجات عطا فرمائی، میں تو تاریکی میں ہلاکت کے قریب ہو چکا تھا مگر جس قدر تاریکی تھی، اللہ تعالیٰ نے اسی قدر مجھے نور ہدایت دے دیا، اسی کی حمد اور اسی کا شکر یہ

ادا کروں گا جو تمام انسانوں کا خدا اور جبار ہے، ﴿ ایضاً ص ۲۷۶ ﴾

..... ﴿ 6 ﴾ .....

حضرت امام بیہقی نے حضرت عیسیٰ بن ابی عیسیٰ بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ ایک رات قریش مکہ نے جبل ابی قیس سے کسی شخص کو پڑھتے ہوئے سنا۔

فان یسلم السعدان یصبح محمد

بمکة لا یخشی خلاف المخالف

یعنی اردگرد سعد اسلام قبول کر لیں تو پھر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مکہ مکرمہ میں کسی مخالف کی مخالفت کی کوئی پرواہ نہیں رہے گی، جب صبح نمودار ہوئی تو ابوسفیان نے پوچھا، یہ دو سعد کون ہیں، سعد بن بکر اور سعد بن ہدیم ہیں یا کوئی اور ہے، سارا دن قریش یہی سوچتے رہے، مگر کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے، دوسری رات پھر کسی شخص نے بلند آواز سے یہ اشعار پڑھے۔

ایا سعد سعد الاوس کن انت ناصر ا      ویاسعد سعد الخزرجین الفطارف

اجیبا النی داعی الہدیٰ و تمنیٰ      علی اللہ فی الفردوس منیۃ عارف

فان ثواب اللہ للطالب الہدیٰ      جنان من الفردوس ذات رفارف

ترجمہ: اے اوس اور خزرج کے سعد! تم دونوں مددگار بن جاؤ، تم داعی

ہدایت کی دعوت کو قبول کر لو اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آرزو مند رہو کہ وہ

تمہیں فردوس میں جگہ عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ کا ثواب ہدایت کے

طلبگار کیلئے ہے اور وہ ہے جنت الفردوس جو بہت سرسبز و شاداب ہے،

جب صبح نمودار ہوئی تو ابوسفیان نے کہا، اللہ کی قسم! وہ سعد بن معاذ اور

سعد بن عبادہ ہیں۔

## مقام انصار \_\_\_\_\_ قرآن پاک کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب حضور پیغمبر نور ﷺ کی امداد کرنے والے عظیم

افراد کی خوب شان بیان فرمائی ہے، تبرک کیلئے چند آیات کی تلاوت نہایت

ایمان افروز ہوگی:

◎..... اور جنہوں نے ﴿ان مہاجرین کو﴾ پناہ دی اور ان کی امداد کی، وہی لوگ

بکے ایماندار ہیں، انہی کیلئے مغفرت ہے اور باعزت روزی ہے۔ ﴿سورۃ الانفال: ۷۴﴾



◎..... اور اس مال میں ان لوگوں کا بھی حق ہے جو پہلے ہجرت گاہ میں مقیم ہیں اور ایمان میں راسخ ہیں، وہ اپنے پاس آنے والے ہر مہاجر سے محبت کرتے ہیں، وہ اپنے سینوں میں اس چیز کے متعلق کوئی حاجت نہیں پاتے جو مہاجروں کو عطا کر دی جائے، بلکہ وہ ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان کو اس چیز کی شدید ضرورت کیوں نہ ہو، اور جس کو نفس کی حرص سے بچالیا گیا ہو تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔ ﴿سورۃ الحشر: ۹﴾

◎..... اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے، اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی اور ان کیلئے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔ ﴿سورۃ التوبہ: ۱۰۰﴾

◎..... بے شک اللہ کی رحمتیں متوجہ ہوئیں اس نبی اکرم اور مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے مشکل کی گھڑی میں ان کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ان میں کچھ لوگوں کے دل پھر جائیں، پھر ان پر رحمت سے متوجہ ہوا، بے شک وہ ان پر نہایت مہربان رحم والا ہے۔ ﴿سورۃ التوبہ: ۱۱۷﴾

## مقام انصار \_\_\_\_\_ حدیث پاک کی روشنی میں:

حضور پیغمبر نور ﷺ نے بھی جا بجا اپنے انصار مدینہ کی محبتوں اور عقیدتوں کا ذکر فرمایا ہے، چند احادیث نبویہ سے دیدہ و دل کو تابناک کیجئے:

◎..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سلطنت قریش میں ہے اور قضا انصار میں ہے اور اذان حبشہ میں ہے اور امانت ازد یعنی یمن میں ہے، ایک روایت میں یہ حدیث موقوف ہے، ترمذی نے فرمایا کہ یہ بہت صحیح ہے۔ ﴿مشکوٰۃ: ۳: ۳۲۰﴾

①..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریش اور انصار، جھینہ اور مرینہ، اسلم اور غفار اور اشجع میرے دوست ہیں، ان کا اللہ اور اس کے رسول کے سوا کوئی دوست و مددگار نہیں۔ ﴿بخاری و مسلم، مشکوٰۃ ۳: ۳۱۷﴾

②..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایۃ الایمان حب الانصار وایۃ النفاق بغض الانصار، ایمان کی نشانی انصار کی محبت ہے اور منافقت کی نشانی انصار سے بغض ہے۔ ﴿بخاری و مسلم، مشکوٰۃ ۳: ۳۷۶﴾

③..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا، اگر لوگ ایک جنگل میں چلیں اور انصار دوسرے جنگل یا دوسری گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کے جنگل یا گھاٹی میں چلوں گا، انصار اندرونی لباس پہن جبکہ باقی لوگ بیرونی لباس پہن، تم میرے بعد ترجیح دیکھو گے تو صبر سے کام لینا حتیٰ کہ مجھ سے حوض پر آملو۔ ﴿بخاری، مشکوٰۃ ۳: ۳۷۷﴾

④..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہم انتم من احب الناس الی..... یعنی الانصار، اے اللہ! تو گواہ ہے، اے انصار تم مجھے تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہو۔ ﴿بخاری و مسلم، مشکوٰۃ ۳: ۳۷۸﴾

⑤..... حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! انصار کو، ان کی اولاد کو اور ان کی اولاد کو بخشش عطا فرما دے۔ ﴿مسلم، مشکوٰۃ ۳: ۳۷۸﴾

⑥..... حضرت ابی اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار کے گھروں میں بہتر گھرانہ بنونجار ہیں، پھر بنی عبد الاشہل ہیں، پھر بنی حارث بن خزرج ہیں، پھر بنی ساعدہ ہیں اور انصار کے تمام گھروں میں خیر ہے۔

﴿بخاری و مسلم، مشکوٰۃ ۳: ۳۷۹﴾

①..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انصار! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول ہوں، میں نے اللہ تعالیٰ کی اور تمہاری طرف ہجرت کی ہے، اب میری زندگی تمہاری زندگی میں ہے اور میری وفات تمہاری وفات میں ہے، ﴿ مسلم، مشکوٰۃ ۳: ۳۷۷ ﴾

②..... حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ہم قبائل عرب میں سے کوئی ایسا قبیلہ نہیں جانتے جو انصار سے زیادہ شہیدوں والا ہو اور قیامت کے دن زیادہ عزت والا ہو، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، انصار میں سے احد کے دن ستر آدمی شہید کئے گئے، بر معونہ میں ستر اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یمامہ کے دن ستر آدمی شہید کئے گئے۔ ﴿ بخاری، مشکوٰۃ ۳: ۳۸۸ ﴾

③..... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! میں تم سب لوگوں کو انصار کے متعلق وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ لوگ میرے خاص مشیر ہیں اور میرے قریبی ہیں، یہ لوگ اپنا حق ادا کر چکے ہیں، اور ان کا حق باقی ہے، تم ان کے نیکوں سے قبول کرو اور خطا کاروں سے درگزر کرو۔ ﴿ بخاری، مشکوٰۃ ۳: ۳۷۸ ﴾

④..... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار میری وہ ذنبیل ہیں کہ جن کی طرف میں نے پناہ حاصل کی ہے، ﴿ مسند احمد ۳: ۱۶۱ ﴾ انہیں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصاری میرے فیض کے قسم ہیں اور میرے ساز و سامان ہیں، لوگ زیادہ ہو جائیں گے جبکہ انصار کم ہو جائیں گے۔ ﴿ صحیح بخاری ۱: ۵۳۶ ﴾

⑤..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، میرے انصار سے بغض و عناد نہیں رکھ سکتا۔ ﴿ صحیح مسلم، کتاب الایمان ﴾

## جمعة المبارک کا آغاز:

انصار مدینہ کا ایک اور بہت بڑا شرف یہ ہے کہ انہیں جمعۃ المبارک کے آغاز کی اجازت عطا فرمائی گئی، ابھی رسول اللہ ﷺ نے ہجرت نہیں فرمائی تھی کہ یثرب میں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ سب مسلمانوں کو اکٹھا کر کے نماز جمعہ پڑھایا کرتے تھے، حضرت عبد بن حمید، حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ اہل یثرب نے حضور اقدس ﷺ کے آنے اور جمعہ کی فرضیت اترنے سے پہلے جمعہ پڑھنا شروع کر دیا تھا اور انہوں نے ہی اس دن کا نام جمعہ رکھا تھا، یہودی سات دنوں میں ایک دن جمع ہوتے تھے اور اس طرح عیسائیوں نے بھی ایک دن مقرر کر رکھا تھا، چنانچہ انصار نے کہا ہم مسلمانوں کو بھی ایک دن مقرر کرنا چاہئے جس میں ہم جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں، نماز پڑھیں اور اس کا شکر بجلائیں، یہودیوں نے اپنے اجتماع کیلئے ہفتہ اور عیسائیوں نے اتوار کا دن مقرر کر رکھا ہے لہذا آؤ ہم اپنے اجتماع کے لئے 'عروبہ' کا دن مقرر کر لیں۔ جاہلیت میں جمعہ کے دن کو 'عروبہ' کہتے تھے۔ (لسان العرب ۸: ۵۸) اس دن کو جمعہ کہنے کی اور بھی روایات ہیں مگر اکثر علما کے نزدیک اس کو زمانہ اسلام میں جمعہ کہا گیا، پھر سب اہل اسلام حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے اور انہوں نے جمعہ کی دو رکعت نماز پڑھائی اور ایک بکری ذبح کی، مسلمانوں کی تعداد اتنی کم تھی کہ وہی بکری صبح و شام کے کھانے کے لئے کافی ہو گئی، بعد میں اللہ تعالیٰ نے جمعہ کی فرضیت کا یہ حکم نازل فرمایا:

○..... اذ انودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر

اللہ، جب جمعہ کے دن اذان کہی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے دوڑ

پڑو۔ ﴿سورة الجمعة: ۹﴾

حضرت امام سہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ ساتھ یہ مستعبد ہے کہ انہوں نے اتنا بڑا اہم دینی کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر شروع کر دیا ہو، دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے انصار کو جمعہ پڑھنے کا حکم صادر فرمایا تھا، مکہ مکرمہ میں آپ کفار کے مظالم کی وجہ سے جمعہ نہیں پڑھا سکتے تھے، چنانچہ آپ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ یثرب میں مسلمانوں کو جمعہ پڑھایا کریں، جب جمعہ پڑھانے کا حکم ہوا تو اس وقت انصار کی تعداد چالیس تھی، بعد میں حضرت سعد بن معاذ، حضرت اسید بن حضیر اور دیگر بہت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تو ان کی بدولت آسانیوں اور رونقوں میں اضافہ ہو گیا، ذیل میں جمعہ المبارک کے فضائل میں چند احادیث نبویہ کا مطالعہ حلاوت ایمانی کا باعث ہوگا:

◎ ..... علامہ ابن قیم نے امام حاکم اور امام ابن حبان کے حوالے سے حدیث رقم کی ہے، حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے افضل دن جمعہ ہے، اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن وہ فوت ہوئے، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن قیامت ہوگی، اس دن مجھ پر بکثرت درود شریف پڑھا کرو، کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ پر درود کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ فوت ہو چکے ہوں گے، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیا کرام کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔ ﴿ زاد المعاد، ۲: ۹۷ ﴾

◎ ..... حضرت امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اس دن کا نام جمعہ کیوں رکھا گیا، آپ نے فرمایا: اس دن تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر تیار کیا گیا، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن

حشر برپا ہوگا، اسی دن حساب لیا جائے گا، اس دن کے آخر میں تین ساعات ہیں جن میں سے ایک ساعت وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ سے جو بھی دعا کی جائے تو وہ ضرور قبول ہو جاتی ہے، ﴿ زاد المعاد، ۲: ۹۸ ﴾

◎..... حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے بارہ گھنٹے ہیں، اس میں ایک ایسی مبارک گھڑی ہے کہ مسلمان بندہ اس میں اللہ تعالیٰ سے جو دعائے مانگے گا وہ ضرور عطا کرے گا، اس گھڑی کو دن کے آخری حصے میں عصر کے بعد تلاش کرو۔ ﴿ سنن ابی داؤد، سنن نسائی ﴾

◎..... حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے، قبولیت کی گھڑی جمعہ کے دن امام کے خطبہ شروع کرنے سے نماز مکمل ہونے کے درمیان میں ہے۔ ﴿ صحیح مسلم ﴾

◎..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جمعہ کے دن اچھی طرح غسل کیا، پھر جمعہ کے لئے گیا، اس نے گویا راہ خدا میں اونٹ ذبح کیا اور جو دوسری گھڑی میں جمعہ کے لئے گیا، اس نے گویا گائے ذبح کی، جو اس کے بعد جمعہ کے لئے جائے اس نے گویا سینگ والا دنبہ ذبح کیا اور جو اس کے بعد جائے اس نے گویا مرغی صدقہ کی اور جو بالکل تاخیر سے آخری وقت جمعہ کے لئے جائے، اس نے گویا ایک انڈا راہ خدا میں صدقہ کیا، جب خطیب جمعہ کے لئے نکلتا ہے تو فرشتے حاضر ہو کر خطبہ سنتے ہیں۔ ﴿ بخاری و مسلم ﴾

### جمعہ المبارک کے احکام:

حضرت امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، نماز جمعہ پڑھنا فرض قطعی ہے، اس کی فرضیت کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے اور اس کی فرضیت کا انکار کفر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب جمعہ کے دن اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ

کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو، سنن ابی داؤد میں حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ نماز جمعہ پڑھنا واجب ہے، سوا چار شخصوں کے، غلام، عورت، بچہ اور مریض۔ سنن بیہقی میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بچہ، غلام اور مسافر کے سوا ہر شخص پر نماز جمعہ واجب ہے، حضرت امام احمد نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے تین بار جمعہ کی نماز بغیر عذر شرعی کے ترک کی، اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے، حضرت علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، نماز جمعہ کے وجوب کی شرائط یہ ہیں، آزاد ہونا، مرد ہونا، مقیم ہونا، تندرست ہونا، آنکھوں اور ٹانگوں کا سلامت ہونا، شہر، جماعت، خطبہ، سلطان (عالم دین سلطان کا قائم مقام ہے) جمعہ کا وقت اور اذن عام، ﴿فتح القدر۔ ۲۱:۲﴾

### رافع اور معاذ بن عفر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

امام حاکم نے صحیح سند کے ساتھ دیار یشرب کے ایک آدمی رافع کا واقعہ لکھا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے خالہ زاد بھائی معاذ بن عفر کے ہمراہ مکہ مکرمہ پہنچے، انہوں نے ایک درخت کے سائے میں ایک شخص دیکھا اور سوچا کہ اپنے اونٹ اسکی سپرد کر کے خود کعبہ مشرفہ کا طواف کرتے ہیں، انہوں نے قریب جا کر سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دیا، وہ کہتے ہیں کہ پھر ہم نے پوچھا، آپ کون ہیں؟ اس شخص نے جواب دیا، پہلے سواریوں سے تو نیچے اترو، لہذا ہم سواریوں سے اتر آئے، ہم نے سن رکھا تھا کہ مکہ مکرمہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، ہم نے پوچھا وہ مدعی نبوت کہاں ہے جو طرح طرح کی باتیں سناتا ہے، اس نے کہا، وہ میں ہی ہوں، ہم نے کہا، آپ ہمارے سامنے اپنا دین بیان کریں، پھر اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اپنی رسالت کا حکم دیا، پھر کہا رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرو

اور لوگوں پر ظلم اور زیادتی نہ کرو، ہم نے کہا، اگر آپ کا دعویٰ درست نہ بھی ہو تو پھر بھی آپ کی تعلیمات کا شمار مکارم اخلاق میں ہوگا، فی الحال آپ ہمارے اونٹ سنبھالیں تاکہ ہم طواف کعبہ سے مشرف ہو جائیں، میرا خالہ زاد بھائی معاذ بن عفرہ آپ کے پاس رہا اور میں حرم کعبہ کو چل دیا، رافع کہتے ہیں کہ میں نے طواف کیا اور سات پھیرے لے کر دعا کی، اے اللہ! اگر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سچے ہیں تو ساتوں مرتبہ ان کے نام کا تیر نکال دے، میں نے سات بار قال نکالی تو ہر بار آپ کے نام کا تیر نکلا۔ میں نے بے اختیار ہو کر نعرہ لگایا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، میرے ارد گرد لوگ اکٹھے ہو گئے اور کہنے لگے یہ مرد مجنون ہے، اپنے سے بیگانہ ہو گیا ہے، میں نے کہا میں مرد مومن ہوں، پھر میں حضور اکرم ﷺ کے پاس آیا تو معاذ بن عفرہ نے دیکھتے ہی کہا، اے رافع! تم جو چیز لے کر گئے تھے اس کے ساتھ واپس نہیں آئے، چنانچہ ہم دونوں نے اسلام قبول کر لیا، حضور اکرم ﷺ نے ہمیں سورۃ یوسف اور سورۃ ابراہیم کی تعلیم دی لہذا ہم قرآن اور ایمان کی دولت حاصل کر کے دیار یشرب میں آ گئے، ۳۶۳ھ ہجرت مدینہ کے راستے ہموار کر رہی تھی، ان لوگوں کے ذریعے اسلام اور پیغمبر اسلام کا تعارف دیار یشرب میں بھی عام ہو رہا تھا، چنانچہ بعد میں اسی سعادت مند اور فیروز بخت علاقے کے عظیم لوگوں نے انصار کے لقب سے شہرت دوام حاصل کی۔

بریدہ سلمیٰ رضی اللہ عنہا کا قبول اسلام:

قریش مکہ کے انعام کا شہرہ دور دور تک پھیل چکا تھا، بریدہ بن حصیب سلمیٰ بھی ستر سواروں کے ساتھ مل کر آپ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کو تلاش کرنے کیلئے نکلا، اتفاق سے اس کی ملاقات بھی آپ کے ساتھ ہو گئی، آپ نے



پوچھا، تم کون ہو، اس نے عرض کیا، بریدہ، آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آگ ٹھنڈی ہوئی اور حالات صحیح ہو گئے، پھر پوچھا تم کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو، اس نے کہا، قبیلہ اسلم سے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہم محفوظ ہو گئے، آپ نے فرمایا: قبیلہ اسلم کی کونسی شاخ ہے، اس نے عرض کیا، بنو سہم، آپ نے فرمایا، اے ابو بکر صدیق! تیرا تیر نکل چکا ہے، پھر اس نے سوال کیا، آپ کون ہیں، آپ نے فرمایا: میں محمد بن عبد اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، پھر کیا تھا، بریدہ اسلمی کی نگاہوں سے کفر کے حجابات اتر گئے اور اسے وہ چہرہ اقدس ساری کائنات سے محبوب نظر آنے لگا، اس نے نہایت ادب و احترام کے ساتھ پڑھنا شروع کر دیا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اسکے ساتھی بھی مسلمان ہو گئے، اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا، اللہ کی تعریف ہے جس کے فضل سے بنو سہم کے لوگ نہایت خوشی سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے، انہیں کوئی مجبوری نہیں، اسی طرح رات کا سماں بیت گیا، صبح ہوئی تو حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، حضور! آپ مدینہ منورہ میں پرچم لہراتے ہوئے داخل ہوں، پھر انہوں نے اپنا عمامہ کھول کر پرچم بنایا اور اسے نیزے کی نوک پر چڑھا کر لہراتے ہوئے آگے آگے چلنے لگے، اس شان کمال کے ساتھ یہ قافلہ ہدایت مدینہ منورہ کی طرف گامزن ہو گیا، اسے امام بیہقی نے بیان کیا ہے۔

﴿ محمد رسول اللہ: ۲: ۵۲۷ ﴾ ایک روایت ہے کہ قبیلہ بنو اسلم میں دونامی گرامی چور رہتے تھے، انہوں نے آپ کے راستے میں آکر کہا، یہ یمانی ہیں، آپ نے ان کو قریب بلا کر اسلام کی دعوت دی تو ان کی قسمت جگمگا اٹھی، وہ بھی فوراً مسلمان ہو گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، تمہارے نام کیا ہیں، وہ بولے، ”مہانان“ لوگ ان کو مہانان یعنی دو ذلیل انسان کہا کرتے تھے، آپ نے فرمایا ”بل انتما مکرمان“ نہیں اب

تم دو معزز انسان ہو، پھر آپ ﷺ نے ان کو قافلے کے آگے چلنے کا حکم دیا تاکہ وہ مدینہ منورہ تک چھوڑ آئیں۔ ﴿سیرت ابن کثیر ۲: ۲۶۵﴾ ایک روایت میں ایک چرواہے کے قبول ایمان کا واقعہ مرقوم ہے، دونوں حضرات نے اس سے دودھ طلب کیا، اس نے کہا ایک بھیڑ ہے جو سال کی ابتدا میں باردار ہوتی تھی، اب اس کے تھنوں میں دودھ نہیں ہے، آپ نے اس کی کھیری پر دست مبارک پھیرا تو وہ دودھ سے لبریز ہو گئی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے، پھر چرواہے نے اور پھر خود رسول اللہ ﷺ نے دودھ پیا تو چرواہا حیران ہو کر پوچھنے لگا، آپ کون ہیں، آپ نے فرمایا، میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، چرواہے نے آپ کی شان کمال سے متاثر ہو کر گواہی دی کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور آپ کا دین برحق ہے، جو کچھ آپ نے کیا ہے، پیغمبر برحق کے سوا کوئی نہیں کر سکتا، میں بھی آپ کا اطاعت گزار ہوں، آپ نے فرمایا، جب مجھے غلبہ حاصل ہوگا، تم اس وقت میرے پاس چلے آنا، پھر آپ روانہ ہو گئے۔

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں  
جس راہ چل دیئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

### حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

حضور نبی آخر الزمان ﷺ کے قیام قبا کے دوران ایک بہت ہی اہم واقعہ رونما ہوا، وہ حضرت سلمان فارسی کے حاضر ہونے کا واقعہ ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام لانے کا واقعہ خود اپنی زبان سے اس طرح بیان فرمایا، میں ملک فارس میں قریہ جسی کا رہنے والا تھا، میرا باپ شہر کا بااثر آدمی تھا اور سب سے زیادہ مجھے محبوب رکھتا تھا، وہ کنواری لڑکیوں کی طرح میری حفاظت کیا کرتا تھا اور مجھے گھر سے باہر نہیں نکلنے دیتا تھا، ہم مذہباً مجوسی تھے، میرے باپ نے مجھے آتشکدہ کا محافظ بنا رکھا تھا کہ کسی وقت بھی

آگ نہ بجھنے پائے، ایک دفعہ میرا باپ تعمیر کے کام میں مصروف تھا اس لئے اس نے مجبوری سے مجھے کسی زمین اور کھیت کی خبر گیری کیلئے بھیجا اور یہ تاکید کی کہ دیر نہ کرنا، راستے میں ایک گرجا تھا، اندر سے آواز آئی تو میں دیکھنے کیلئے اندر داخل ہو گیا، وہاں نصاریٰ کی ایک جماعت نماز میں مشغول نظر آئی، مجھے ان کی عبادت بہت پسند آئی اور دل میں کہا یہ دین ہمارے دین سے بہتر ہے، میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ اس دین کی اصل کہاں ہے، انہوں نے کہا، ملک شام میں، اسی میں آفتاب غروب ہو گیا، باپ نے انتظار کر کے تلاش کیلئے قاصد دوڑائے، جب میں واپس آیا تو باپ نے دریافت کیا کہ تم کہاں تھے، میں نے تمام واقعہ بیان کیا، اس نے کہا، اس دین میں کوئی خیر نہیں، تمہارے باپ دادا کا دین ہی بہتر ہے، میں نے کہا، ہرگز نہیں، خدا کی قسم نصاریٰ کا دین ہی بہتر دین ہے، میرے باپ نے میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں اور گھر سے باہر نکلنا بند کر دیا، جیسے فرعون نے موسیٰ ﷺ سے کہا، لئن اتخذت الهاغیری لا جعلنک من المسجونین، میں نے پوشیدہ طور پر نصاریٰ سے کہلا بھیجا کہ جب کوئی قافلہ شام کو جائے تو مجھے اطلاع کرنا، چنانچہ انہوں نے مجھے ایک موقع پر اطلاع کر دی، میں نے موقع پا کر بیڑیاں نکال دیں اور گھر سے نکل کر ان کے ساتھ ہولیا، ملک شام پہنچ کر معلوم کیا کہ نصاریٰ کا سب سے بڑا عالم کون ہے، لوگوں نے ایک پادری کا نام بتایا، میں نے اس کے پاس جا کر سارا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ میں آپ کی خدمت میں رہ کر آپ کا دین سیکھنا چاہتا ہوں اور نماز پڑھنا چاہتا ہوں، پادری نے کہا، ٹھیک ہے، وہاں رہنے پر چند دنوں کے بعد یہ واضح ہو گیا کہ وہ اچھا آدمی نہیں تھا، بڑا حریص لالچی اور طالع تھا، دوسروں کو صدقات و خیرات کا حکم دیتا اور جب وہ روپیہ لے کر آتے تھے تو خود جمع کر کے فقرا اور مساکین کو کچھ نہ دیا کرتا تھا، اسی طرح

اس نے اشرافیوں کے سات ملے بھر رکھے تھے، جب وہ مر گیا تو لوگ حسن عقیدت کے ساتھ اس کی تجہیز و تکفین کیلئے جمع ہوئے، میں نے لوگوں کو اس کا حال بتایا اور ملے دکھائے، لوگوں نے کہا، خدا کی قسم! ہم ایسے بد فطرت انسان کو ہرگز دفن نہیں کریں گے، آخر کار اس کو سولی پر چڑھا کر سنگسار کر دیا گیا اور اس کی جگہ اور عالم بٹھایا، میں نے اس نئے مسند نشین عالم سے بڑھ کر عالم، عابد، زاہد اور دنیا سے بے تعلق کسی کو نہیں دیکھا، مجھے اس کے ساتھ از حد عقیدت ہو گئی اور میں اس کی خدمت میں کمر بستہ رہا، جب وہ قریب الموت ہوا تو میں نے کہا، مجھے وصیت کیجئے، میں کس کی خدمت میں رہوں، اس نے کہا، موصل میں ایک پادری ہے، تم اس کی خدمت میں چلے جانا، میں اس کے پاس چلا گیا، پھر اسکی وصیت کے مطابق نصیبین کے ایک عالم کے پاس چلا گیا، پھر اس کی وصیت کے مطابق شہر عموریہ کے ایک عالم کے پاس چلا گیا، جب وہ بھی کوچ کرنے لگے تو میں نے پوچھا، اب میں کس کی خدمت سرانجام دوں، اس نے کہا، اس وقت دنیا میں کوئی عالم ربانی نہیں، البتہ پیغمبر برحق کے ظہور نور کا زمانہ بہت قریب ہے، وہ نبی دین ابراہیمی پر ہوگا، عرب میں جلوہ گر ہوگا، ایک نخلستانی سرزمین کی طرف ہجرت کرے گا، اگر تم وہاں پہنچ سکو تو ضرور پہنچو، اس پیغمبر برحق کی یہ نشانی ہوگی کہ وہ صدقہ کا مال نہیں کھائیں گے اور ہدیہ قبول کر لیں گے، ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی، جب تم دیکھو گے تو پہچان لو گے، حضرت سلیمان فارسی عليه السلام کا بیان ہے کہ اس دوران میرے پاس کچھ بکریاں اور گائیں جمع تھیں، اتفاقاً ایک قافلہ عرب کو جانے والا لے گیا، میں نے ان سے کہا کہ تم لوگ مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاؤ، میں یہ بکریاں اور گائیں تمہیں دے دوں گا، قافلہ والوں نے رضا مندی کا اظہار کر دیا اور مجھے اپنے ساتھ لے لیا، جب وادی قرئی میں پہنچے تو قافلہ والوں نے بد سلوکی اور بے وفائی کا

ارتکاب کرتے ہوئے مجھے غلام بنا کر ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا، جب میں یہودی کے ساتھ آیا تو کھجور کے درخت دیکھ کر خیال ہوا کہ شاید یہی وہ سرزمین ہو، لیکن ابھی پورا اطمینان نہیں ہوا تھا کہ بنی قریظہ سے ایک یہودی اس کے پاس آیا اور مجھے خرید کر مدینہ منورہ لے گیا، جب میں مدینہ منورہ پہنچا تو خدا کی قسم، اسے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہی شہر میری منزل مراد ہے، صحیح بخاری شریف میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں اس طرح دس مرتبہ سے زیادہ فروخت ہوا ہوں، میں مدینہ منورہ میں اس یہودی کے پاس رہا اور بنی قریظہ کے درختوں کا کام کرتا رہا، اللہ تعالیٰ نے حضور پیغمبر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ میں مبعوث فرمایا مگر غلامی اور خدمت گزاری کی وجہ سے مطلقاً علم نہ ہوسکا، جب آپ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے اور قبا میں قیام فرمایا تو میں اس وقت کھجور کے درخت پر چڑھ کر کام کر رہا تھا، میرا آقا یہودی درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے چچا زاد بھائی نے آ کر خبر دی، خدا تعالیٰ بنوقیلہ یعنی انصار کو ہلاک کرے، وہ قبا میں ایک شخص کے ارد گرد جمع ہیں جو مکہ مکرمہ سے آیا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر برحق ہے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اللہ کی قسم! یہ سنتے ہی میں لرزہ براندام ہو گیا، مجھے لگتا تھا کہ میں ابھی اپنے یہودی آقا پر گر جاؤں گا، ان دونوں یہودیوں نے میری حالت زار دیکھی تو متعجب ہوئے، میں درخت سے اترتا تو اس خبر دینے والے یہودی سے پوچھا کہ تم کیا کہہ رہے تھے، وہ خبر مجھے بھی سناؤ، اس پر میرے یہودی آقا کو غصہ آیا اور مجھے زور سے تمانچہ مار دیا، پھر کہا تمہیں اس سے کیا مطلب، تم جا کر اپنا کام کرو، جب شام ہوئی تو میں نے اپنا کل اثاثہ جمع کیا اور قبا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گیا، میں نے کہا، مجھے معلوم ہے کہ آپ کے ساتھیوں کے پاس کچھ نہیں، لہذا میں آپ کو صدقہ پیش کرنا چاہتا ہوں، آپ

نے اپنی ذات مقدس کیلئے صدقہ قبول کرنے سے انکار کر دیا، نیز فرمایا: میرے لئے صدقہ جائز نہیں اور صحابہ کرام سے فرمایا، تم قبول کر لو، میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ ان علامات میں سے پہلی علامت تھی، میں واپس چلا گیا اور کچھ مال جمع کرنے لگا، جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو پھر حاضر خدمت ہو اور عرض کیا، میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ کی خدمت اقدس میں کچھ ہدیہ پیش کروں، آپ صدقہ قبول نہیں فرماتے تو ہدیہ ہی قبول فرمائیں، آپ نے ہدیہ قبول فرمایا، خود بھی کھایا اور صحابہ کرام کو بھی کھلایا، میں نے دل میں کہا، یہ دوسری علامت بھی درست ہے، میں واپس چلا گیا، کچھ دن گزر گئے تو پھر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، آپ اس وقت جنت البقیع میں ایک جنازے کے ہمراہ تشریف لائے ہوئے تھے، صحابہ کرام کی جماعت آپ کے ہمراہ تھی، میں نے سلام عرض کیا اور آپ کے پیچھے جا کر بیٹھ گیا کہ کہیں مہر نبوت کی زیارت کر لوں، حضور اقدس ﷺ میری نیت کو سمجھ گئے اور آپ نے خود بخود پشت مبارک سے چادر کو اٹھا دیا، میں نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہی وہ پیغمبر آخر الزمان ہے، میں نے آپ کی مہر نبوت کو بوسہ دیا اور دل کھول کر رونے لگا، آپ نے فرمایا، سامنے آؤ، پھر میں نے سامنے آ کر آپ کے سامنے اپنی زندگی کا سارا واقعہ بیان کر دیا۔

دل کا ہر بوجھ ہو گیا ہلکا

جب انہیں حال دل سنا بیٹھے

پھر وہ خوش نصیب لوحہ بھی آ گیا جب میں نے حضور اکرم، شفیع دو عالم ﷺ

کے دست رحمت پر اسلام قبول کر لیا۔ ﴿طبقات کبریٰ ۴: ۵۳، سیرت ابن ہشام ۱: ۷۳، شواہد

النبوة ص ۶۰﴾ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بہت جلیل القدر صحابی ہیں، آپ کی عمر بہت

زیادہ ہوئی، کہا جاتا ہے کہ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ پایا تھا، بعض نے کہا

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری اور وصی کا زمانہ پایا تھا، حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ جس قدر بھی اقوال ہیں، سب کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کی عمر ڈھائی سو سال سے متجاوز تھی، مسجد قبا کی تعمیر دلپذیر کے بعد حضور تاجدار ختم نبوت، شہر یار ملک، رسالت، مخزن انوار وحدت ﷺ دیار یشرب کو ہمیشہ کیلئے بقعہ نور اور سرچشمہ سرور بنانے کیلئے روانہ ہوئے، آپ نے اس بیماریوں کے گھر کو شفاؤں کا نگر بنا دیا کہ فردوس بریں کے لاکھوں نظارے اس پر قربان ہیں، وہ قبلہ قلوب عاشقان ہے اور قریہ سکون دلبراں ہے۔

### حضرت رکانہ رضی اللہ عنہا کا قبول اسلام:

حضور ﷺ نے رکانہ بن عبدزید کو دیکھ کر فرمایا: اب تمہارا ایمان لانے کا وقت قریب آن پہنچا ہے، چاہو تو معجزہ دکھاؤں، رکانہ کہنے لگا، ہاں اس درخت کے آدھے حصے کو بلائیے تاکہ یہاں آجائے، حضور نبی کریم ﷺ نے درخت کے نصف حصہ کو بلایا، وہ درخت دو حصے ہو گیا، ایک حصہ حضور اکرم ﷺ کی طرف چلا آیا، بعد ازاں آپ ﷺ نے حکم دیا، واپس چلے جاؤ، وہ واپس چلا گیا اور نصف حصہ سے متصل ہو گیا، راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس درخت کو دیکھا جس کا محل اتصال لمبے تاگے کی طرح دکھائی دیتا تھا، رکانہ نے اسے دیکھا تو کہنے لگا کہ میں اسے نہیں جانتا، میں آپ سے کشتی لڑوں گا، اگر آپ نے مجھے پچھاڑ دیا تو نصف بکریاں آپکی ہوں گی، آپ ﷺ نے اس کو ٹیخ دیا تو اس نے دوبارہ کشتی کی خواہش کی، حضور نبی اکرم ﷺ نے دوبارہ اسے پچھاڑ دیا، پھر آپ ﷺ سے کہنے لگا کہ قریش سے آپ کیا کہیں گے! آپ ﷺ نے فرمایا میں کہوں گا کہ میں نے رکانہ کو پچھاڑ دیا ہے اور نصف بکریاں لے لی ہیں، رکانہ بولا ایسا نہ کہیے گا مجھے سخت نفرت کا سامنا کرنا پڑے گا بلکہ یہ کہیے کہ اس نے مجھے بکریاں دے دی ہیں،

آپ ﷺ نے فرمایا: میں جھوٹ کیوں بولوں، رکنا نہ بولا، آپ ﷺ تو جھوٹ ہرگز نہیں بولتے، یہ کہا اور مسلمان ہو گیا۔ ﴿شواہد النبوة/۱۰۷﴾  
**حضرت ذباب رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:**

حضرت ذباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں میرے پاس ایک بت تھا، جسے میں پوجا کرتا تھا، میرا ایک جن بھی دوست تھا جو عرب کی خبریں یمن میں لے جایا کرتا تھا، ایک دن میں اس بت کے سامنے سویا ہوا تھا کہ اچانک اس جن نے آواز دی: یا ذباب، یا ذباب اسمع العجائب بعث محمد بالكتاب يدعوا بمكة فلا يحاب وهو صادق غير كذاب، اے ذباب! عجیب و غریب بات سنو، محمد مصطفیٰ ﷺ قرآن مجید لے کر مبعوث ہوئے ہیں جو اہل مکہ کو حق کی دعوت دیتے ہیں لیکن اہل مکہ اسے قبول نہیں کرتے، جناب محمد مصطفیٰ ﷺ یقیناً سچے ہیں، کاذب نہیں ہیں، حضرت ذباب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس وقت مجھے سخت تعجب ہوا، میں نے باہر نکل کر اپنی قوم سے بات کی تو اچانک ایک آنے والے نے محمد رسول اللہ ﷺ کے آنے کی خبر دی، میں نے اپنے بت کو پاش پاش کر دیا اور اونٹ پر سوار ہو حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، جب میں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو ایسی ذات کو دیکھا جس کا مثیل میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا، گویا کہ آپ کی جبین مبارک سے نور چمک رہا تھا، میں آپ ﷺ کے نزدیک پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہاں کیسے آئے ہو اے ذباب؟ عرض کی کہ حضور آپ کے ارشاد کی تعمیل کے لیے آیا ہوں، آپ نے مجھے اس جن اور بت کا تمام قصہ سنایا، میں نے اشهد انک رسول اللہ، کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: پہلے اشهد ان لا اله الا الله، کہو پھر اشهد انک رسول اللہ، کہنا۔ ﴿شواہد النبوة/۱۱۰﴾  
**حضرت مازن رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:**



حضرت مازن رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہماری قوم کا ایک بت تھا، جسے ہم پوجتے تھے، ایک دن ہم نے اس کے قریب قربانی کی تو اس میں سے آواز آئی 'یا مازن اسمع نسر ظہر حیر و بطن شریعت النبی و من مضر بدین اللہ الا کبر فدع نجیضاً من حجر تسلّم من حریقہ میں ان الفاظ کو سن کر خائف ہو گیا اور اپنے آپ سے کہنے لگا، کوئی اہم واقعہ ہونے والا ہے، چند دن بعد ہم نے پھر قربانی کی تو اس میں سے آواز آئی 'اقبل الی و اقبل یسمع ما لایحبل هذا نبی مرسل بو حی منزل فامن بہ کی تعدل عن جسر شعلہا و قودہا بالجنّ دل' میں نے اس سے اندازہ لگایا کہ اس خبر میں میری بہتری ہے، چند دنوں کے بعد میرے پاس ایک شخص آیا، میں نے اس سے پوچھا تو کہنے لگا، مکہ میں احمد نامی پیغمبر حق قریش میں سے ظاہر ہوا ہے، جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے یہی کہتا ہے 'اجیبوا داعی اللہ اللہ کی طرف دعوت دینے والے کو قبول کرو، حضرت مازن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دل ہی دل میں کہا کہ یہ وہی کچھ ہے جو میں نے بت سے سنا تھا، میں نے اٹھ کر بت کو پاش پاش کر دیا اور اپنے اونٹ پر بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تاکہ میں اپنی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جوڑ کر اسلام لے آؤں، پھر حضرت مازن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ایک ایسا شخص تھا جسے گانا سننے کا بڑا شوق تھا، شراب مبالغہ کی حد تک پیتا تھا، فاحشہ عورتوں سے میل ملاپ رکھتا تھا، میں کئی سالوں تک قحط کا نشانہ بنا رہا، حتیٰ کہ میرے مال و اسباب تباہ ہو گئے اور بچہ بھی کوئی نہ رہا، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمائیے کہ حق سبحانہ میری حرص کو ختم کر دے اور عورتوں سے میل ملاپ کی خواہش میرے دل سے دور کر دے اور میری زمین میں بارش برسائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درخواست قبول فرمائی

اور دعا فرمائی: اللہم ابدلہ بالطرب قراءة القرآن وبالحرَام الحلال و  
بالخمر و بائم فیہ وبالعهد عقد الفرج واتہم بالحیاء وحب لہ  
ولداً، حضرت ماذن رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے مسجد بنوائی جس میں  
عبادت کیا کرتے تھے، جو ستم رسیدہ وہاں آ کر تین دن تک عبادت کر کے دعا  
کرتا تو ظالم دعا کے بعد فوراً ہلاک ہو جاتا، یا کوڑھی ہو جاتا، اس لیے اس مسجد کو  
مبصر کہتے ہیں۔ ﴿ شواہد النبوة / ۱۱۲ ﴾

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

جس سال سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کا والی بنا کر بھیجا  
تو کعب الاحبار رضی اللہ عنہ بھی وہیں تھے، حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آ کر حضور نبی  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کے متعلق استفسار کرنے لگے، جب حضرت  
علی رضی اللہ عنہ نے نہایت بسط و شرح کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ اور شمائل  
رحیمہ بیان کیے تو کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے مسکراتا شروع کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے  
ان کے مسکرانے کی وجہ پوچھی تو کعب الاحبار رضی اللہ عنہ کہنے لگے یہ صفات تو ہم نے  
کتب سابقہ میں دیکھی ہیں، یہ کہہ کر وہ دولت تصدیق و ایمان سے بہرہ ور ہوئے،  
آپ نے بقدر طاقت احکام اسلام سیکھے اور یمن میں ہی اقامت پذیر ہو کر لوگوں کو  
تعلیم دینے لگے، جناب کعب الاحبار رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت  
میں مدینہ منورہ آئے اور کہتے تھے کہ کاش میں ایام ہجرت میں یہاں آتا اور  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف ہوتا، روایتوں میں اس طرح آتا ہے لیکن مشہور  
یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کعب الاحبار رضی اللہ عنہ شام میں ہی  
تھے کہ ایک روز جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ چشمہ زمزم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو  
وہاں آ نکلے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حین حیات میں

اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایمان لانے سے کس نے منع کیا، کعب الاحبار رضی اللہ عنہ بولے کہ میرے باپ نے میرے لیے انجیل سے ایک چیز لکھ کر مجھے دی تھی اور ساتھ ہی اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے بھی کہا تھا، پھر اس نے تورات کو مہر لگا دی اور مجھے قسم دی کہ اس مہر کو نہ توڑنا، جب اسلام ظاہر ہوا تو مجھے اس میں نیکی کے سوائے اور کوئی چیز نظر نہیں آئی، میں نے اپنے آپ سے کہا، شاید تیرے باپ نے کچھ علوم تجھ سے پنہاں رکھے ہوں، میں نے مہر کو توڑا تو اس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اور آپ کی امت کی خوبیاں پائیں تو میں یمن سے مدینہ آ کر ایمان لے آیا۔ ﴿شواہد النبوة/ ۱۸۰﴾

جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بھی مدینہ منورہ پہنچے اور دولت اسلام سے مالا مال ہوئے، اس سے پیشتر وہ مدینہ میں وارد ہوتے تھے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے روز خطبہ میں یہ ارشاد فرمایا کہ یہاں ایک ایسا شخص آئے گا جو نہایت اچھا ہوگا اور یمن والوں سے فاضل ترین ہوگا، یہی جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہونے سے قاصر تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پنجہ جریر رضی اللہ عنہ کے سینے پر دے مارا جس سے ان کی چھاتی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کا نشان بن گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! اسے ثابت رکھ اور اسے ہادی و مہدی بنا دے، اس کے بعد جریر رضی اللہ عنہ کبھی بھی گھوڑے سے نہ گرے، دسویں سال قبیلہ طے کا وفد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا، اس وقت زید بن خیل قائد قوم کی حیثیت سے اس وفد کے ہمراہ تھے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام زید بن خیل کی بجائے زید بن الخیر رکھ دیا اور ان کے حق میں بتایا کہ عرب کے لوگ زید کے علم و فضل کے متعلق باتیں کرتے تھے اور میں سنتا تھا لیکن جب میں نے اس کو دیکھا

تو اسے شنیدہ تعریفوں سے برتر پایا، جب وہ اجازت لے کر اپنے وطن مولوف روانہ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کاش! کہ زید مدینہ کے بخار والوں سے خلاصی پالیتے چنانچہ نجد کے کسی شہر میں پہنچ کر انتقال کیا۔ ﴿ شواہد النبوة / ۱۸۰ ﴾

ایک صاحب جمال یہودی کا قبول اسلام:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک صاحب جمال یہودی آنحضرت ﷺ کی مجلس میں اکثر بیٹھا کرتا تھا، ایک دن آپ ﷺ نے اس سے کہا: اگر اس حسن و جمال کے باوجود بھی تم آتش دوزخ میں جاؤ تو مجھے تاسف ہوگا، وہ کہنے لگا، میں دوسرے کے مذہب کی خاطر اپنے دین کو کبھی نہیں چھوڑوں گا، دوسرے دن جب پھر مجلس میں حاضر ہوا تو حضور نبی اکرم ﷺ یہ آیت کریمہ تلاوت فرما رہے تھے جسکا ترجمہ یہ ہے: ”حور عین کی مثال لو لو المکنون ہے“ یہودی نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ آپ کس بات کی ضمانت لیتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ستر کی ضمانت لینے کو تیار ہوں، وہ اسی وقت اسلام میں داخل ہو گیا، اسکا اسلام میں داخل ہونا اتنا اچھا ثابت ہوا کہ جب اس کی وفات ہوئی تو حضور نبی کریم ﷺ نے خود اس کی نماز جنازہ ادا کی، جب اسکو قبر میں اتارا جا رہا تھا، حضور ﷺ بھی نیچے اترے اور کافی دیر رہے، جب باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آیا ہوا تھا اور کندھے سے کپڑا پھٹا ہوا تھا، حضور نبی اکرم ﷺ نے دیر کی وجہ بتائی کہ اتنی حوریں اسے پیش کی گئیں کہ ہر ایک کہتی تھی کہ میں اس کے لیے ہوں، حتیٰ کہ ان کی تعداد ستر تک پہنچ گئی، ہر ایک دامن کو پکڑتی جس کی وجہ سے میرا کپڑا پھٹ گیا۔ ﴿ شواہد النبوة / ۱۹۵ ﴾

غسان عامری کا قبول اسلام:

ایک دن حضور نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھے ہوئے

تھے کہ ایک شتر سوار آیا، اس کے چہرے سے شبِ خوابی اور تھکاوٹ کے آثار نظر آ رہے تھے، اس نے آتے ہی سوال کیا کہ تم میں رسول اللہ ﷺ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا تو کہنے لگا، یا رسول اللہ ﷺ! مجھے آپ بتائیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بتایا ہے یا میں بتاتا ہوں جو میرے بتوں نے مجھے بتایا ہے، آپ ﷺ نے اسے سلام پیش کیا تو وہ کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ! میرا نام غسان بن مالک العامری ہے، ہمارے ہاں ایک بت ہے جس کو ہر قسم کی قربانیاں پیش کی جاتی ہیں، ایک عصام نامی شخص قربانی دے رہا تھا کہ اچانک بت میں آواز آئی: ”یا عصام، یا عصام، بلغ الانام، جاء الاسلام، بطلت الاصنام و خنت الدماء و وصلت الارحام و ظهرت الحنفية، والسلام“ عصام ڈر کر باہر آ گیا اور ہمیں خبر کی، تھوڑا ہی عرصہ گزرا کہ آپ ﷺ کی خبر ہمیں پہنچی، انہیں دنوں ایک طارق نامی آدمی قربانی کرنے کے لیے بت کے پاس گیا تو بت سے آواز آئی:

يا طارق! يا طارق بعث نبی الصادق

جاء يوحى الناطق من عزيز الخالق

اس نے بھی باہر آ کر ہمیں مطلع کیا، آپ کی خبریں ہم کو مزید پہنچ رہی تھیں، کچھ روز بعد میں بھی قربانی کے لیے اس بت کے پاس گیا، جب فارغ ہوا تو بت سے آواز آئی: ”یا غسان بنی ہامہ الحق نبیاً تمہامہ لنا ہدیة السلامہ و نجاز لہ الندامہ بداد اعیاء الی یوم القیامہ“ یہ بت اپنی جگہ سے اٹھا اور منہ کے بل گر گیا، جب رسول اللہ ﷺ نے یہ بات سنی تو تکبیر خداوندی کہنے لگے، اس کے بعد غسان نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ میں نے اس ضمن میں تین بیت کہے ہیں اجازت ہو تو پڑھوں، پھر اس نے اسی مجلس میں پڑھ کر سنائے۔ ﴿شواہد النبوة/ ۱۹۸﴾

## عباس بن مرواس کا قبول اسلام:

عباس بن مرواس بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں چراگاہ میں اونٹ چرا رہا تھا کہ ناگاہ ایک سفید شتر مرغ نمودار ہوا، میں نے دیکھا کہ اس پر کوئی ایسا سفید پوش آدمی سوار ہے جو مجھے کہنے لگا، اے عباس بن مرواس: ”الم تر ان الذی نزل بالبر والتقیٰ یوم الثلثا وصاحب الناقة العصویٰ“ میں ڈر کر اونٹوں سے باہر آ گیا اور ایک بت کے پاس گیا، جسے میں پوجا کرتا تھا، اسکا نام ضماوتھا، اس کے پاس جا کر میں نے اس پر ہاتھ رکھا اور اسکو چوما، ناگاہ بت سے آواز آئی:

قل القبائل من سلیم کلھا  
 هلک الضماد و فاذا اهل المسجد  
 هلک الضماد و کان یعد مره  
 قبل الصلوة علی النبی محمد  
 ان الذی جاء بالنبوة والهدای

اس کے بعد میں ڈرتا ڈرتا باہر آیا اور اپنی قوم کو سارا ماجرا سنایا اور تین ہزار آدمی لے کر مدینہ میں پہنچا تو رسول اللہ ﷺ کی نگاہ مجھ پر پڑی تو مسکرا کر فرمایا: اے عباس! تمہارے نزدیک اسلام کیسا مذہب ہے؟ میں نے سارا قصہ کہہ سنایا، آپ ﷺ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو، آپ ﷺ نہایت مسرور ہوئے اور ہم سب مل کر اسلام لے آئے۔ ﴿شواہد النبوة/ ۱۹۸﴾

## سواد بن قارب کا قبول اسلام:

ایک دن امیر المؤمنین، سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے کہ ان کے پاس سے ایک شخص سواد بن قارب گزرا، لوگوں نے بتایا کہ اسے جنوں نے

اسلام اور بعثت رسول اللہ ﷺ کے بارے میں آگاہ کیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے پاس بلایا اور کہا: کیا تم کا ہن ہو؟ وہ بہت غضب ناک ہوا اور کہنے لگا، آج تک یہ بات کسی نے مجھے نہیں کہی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خفا نہ ہو، مجھے یہ بتاؤ کہ حضور ﷺ کے ظہور کے متعلق کونسے جنوں نے اطلاع دی تھی؟ کہنے لگا کہ ایک دن میں نیم خوابی کے عالم میں تھا کہ ایک جن میرے پاس آیا اور مجھے اپنے پاؤں سے ٹھوکر مار کر کہنے لگا کہ اے سواد بن قارب اٹھو اور ہوش کر کے چند ضروری باتیں سن لو، تم کو پتہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ظہور ہو چکا ہے اور وہ خدا کی عبادت کا حکم دیتے ہیں، میں نے کہا چھوڑو مجھے سونے دو میں کل سے سو نہیں سکا، دوسری رات ایک شخص آیا اور جو کہا تھا کہنے لگا، میں نے پھر وہی جواب دیا، تیسری بار میں نے وعدہ کیا کہ اچھا میں مدینہ جاؤں گا، دوسرے روز میں مدینہ پہنچا تو حضور اقدس ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بیٹھے ہوئے تھے، میں نے اسلام قبول کرتے ہوئے عرض کیا، مجھے کچھ نصیحت فرمائی جائے تو آپ ﷺ نے مجھے وہی اشعار سنائے جو خواب میں سن چکا تھا، میں نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ میں بھی چند اشعار لایا ہوں، پھر میں نے پیش کیے۔

واشهد ان اللہ لاشی غیرہ

وانک مامون علی کل غائب

وانک ادنی المرسلین وسلہ

الی اللہ واہن الاکرمین الاطائب

فمرنا بما باتیک یاخیر من مشی

وان کان فیما جاء شیب الدوائب

وکن لی شفیعاً یوم لا ذو شفاعة

سواک بمعنی عن سواد بن قارب

اس حکایت سے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت شادمان ہوئے کیونکہ میں نے خوشی کے آثار ان کے چہرے پر دیکھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کہانی کو سواد بن قارب سے سنا تو پوچھا: کیا وہ جن اب بھی تمہارے پاس آتا ہے؟ اس نے جواب دیا، جب سے میں نے قرآن پڑھنا شروع کیا ہے تو وہ نہیں آتا، خدا نے مجھے جن کے عوض قرآن اور حدیث عطا فرمائی ہے۔ ﴿شواہد النبوة/۲۰۰﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا قبول اسلام:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری والدہ مشرک تھی، میں نے بارہا کوشش کی کہ وہ اسلام قبول کر لے مگر ناکام رہا، ایک دفعہ دعوت اسلام دے رہا تھا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کی نسبت ایک خفیف سا لفظ کہا جو مجھے بہت ناگوار گزرا، میں روتا روتا بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا اور سارا قصہ کہہ سنایا، میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ دعا فرمائیں کہ میری ماں کو اللہ تعالیٰ اسلام کی دولت عطا فرمائے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللهم اهدام ابی ہریرہ“ میں باہر آیا تاکہ بشارت اپنی ماں کو پہنچاؤں، جب میں دروازے پر پہنچا تو اسے بند پایا اور اندر سے پانی کے غلغل کی آواز آرہی تھی، جب میری آواز سنی تو کہنے لگی ابو ہریرہ وہیں ٹھہرو، جب اس نے کپڑے پہن لیے اور دروازہ کھولا تو زبان سے کہا: انی اشہد ان الا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! مبارک ہو، آپ ﷺ نے میرے اور میری ماں کے حق میں دعا کی ہے وہ خدا تعالیٰ نے قبول فرمائی ہے، پھر عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ بھی دعا کریں کہ مجھے اور میری ماں کو خدا تعالیٰ بندگان خدا کے دلوں میں اچھا بنا دے اور انہیں بھی ہمارے دل میں اچھا بنا دے، جب حضور ﷺ نے دعا فرمائی تو کوئی مومن میرا نام



نہیں سنتا جہاں تک کہ وہ خوش نہیں ہو جاتا۔ ﴿ شواہد النبوة ۲۰۲/۱ ﴾

## ایک یہودی لڑکے کا قبول اسلام:

”شرح مہذب“ میں مذکور ہے کہ مریض کی عیادت کرنا سنت موكده ہے اور مستحب کہ اپنے دوست و دشمن کی خواہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو عیادت کرے، حتیٰ کہ مسلمانوں کو کافر کی عیادت بھی جائز ہے، چنانچہ ایک یہودی غلام یا لڑکا حضور نبی کریم ﷺ کا خادم تھا، وہ بیمار ہوا تو حضور ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ مسلمان ہو جاؤ، وہ اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگا، اس نے کہا، ابو القاسم ﴿ ﷺ ﴾ کی اطاعت کر، چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا اور آپ اس کے پاس سے یہ کہتے ہوئے چلے آئے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اسے دوزخ سے بچا لیا اور اس غلام کا نام عبد القدوس تھا۔ ﴿ نزہۃ المجالس، ۱/۱۹۲ ﴾

## ایک بت پرست کا قبول اسلام:

حضرت عبد الواحد بن زید رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں ایک بار جہاز پر سوار تھا، طوفان نے ہم لوگوں کو ایک جزیرہ کی طرف پھینک دیا، وہاں دیکھا کہ ایک شخص بت پرستش میں لگا ہوا ہے، ہم نے اس سے کہا کہ یہ کیسا معبود ہے جس کی پرستش کی جاتی ہے، ہم لوگوں میں تو ایسے ہیں جو ایسے کتنے ہی بنا ڈالیں، اس نے پوچھا تم لوگ کس کی پرستش کرتے ہو، ہم نے کہا اللہ تعالیٰ کی جسکا عرش آسمان میں ہے، اور جس کی پکڑ زمین میں ہے، اس نے پوچھا تمہیں بتلایا کس نے؟ ہم نے جواب دیا اسی اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس اپنا رسول بھیجا تھا جس نے ہم کو اس سے آگاہ کر دیا، اس نے پوچھا، وہ رسول کیا ہوئے؟ ہم نے کہا، ان کا تو انتقال ہو گیا، اس نے پوچھا، بھلا تمہارے پاس ان کی کچھ علامت باقی رہی ہے؟ ہم نے کہا، ہاں جو شاہی فرمان

﴿ قرآن شریف ﴾ اس رسول کے پاس آیا تھا، وہ ہمارے پاس اب بھی باقی ہے، اس نے کہا اچھا میرے پاس لاؤ، ہم نے قرآن شریف اسکو دکھایا اور سورۃ الرحمن پڑھ کر سنائی، وہ تا اختتام سورت برابر روتارہا اور کہنے لگا جس کا یہ کلام ہے اس کی نافرمانی ہرگز مناسب نہیں اور یہ کہہ کر اسلام لایا اور اچھا مسلمان ہو گیا، ہم نے اسکو اسلام کی باتیں سکھائیں، جب رات ہوئی تو ہم لوگ عشا کی نماز پڑھ کر اپنی خواب گاہوں میں لیٹ گئے اور وہ ہم لوگوں سے پوچھنے لگا کہ اے لوگو! جس اللہ تعالیٰ کی طرف تم نے میری راہنمائی کی ہے کیا وہ سوتا بھی ہے؟ ہم نے جواب دیا کہ وہ حی و قیوم ہے ﴿ زندہ برقرار اور ہر شے کو برقرار رکھنے والا ہے ﴾ سوتا نہیں ہے، اس پر اس نے کہا کہ پھر تم کتنے برے بندے ہو، تمہارا مالک سوتا نہیں اور تم سوتے ہو، آخر جب ہم سفر دریا سے باہر آئے اور عبادان میں داخل ہوئے تو ہم نے چاہا کہ اس کو کچھ روپیہ دیں تو وہ کہنے لگا ”لا الہ الا اللہ“ تم نے مجھے ایسا طریق بتایا جس پر تم خود نہ چلے، دیکھو تو میں غیر اللہ کی عبادت کرتا تھا، اس وقت تو اس نے مجھے ضائع ہونے نہ دیا اور اب مجھے اسکی معرفت حاصل ہو گئی ہے بھلا اب مجھے کیسے ضائع ہونے دے گا اور میری خبر گیری نہ کرے گا، اس کے بعد جب تین دن گزر گئے تو پتہ چلا کہ وہ حالت نزاع میں ہے، یہ سن کر میں اس کے پاس گیا، اس سے پوچھا کہ تمہیں کوئی حاجت ہے، اس نے کہا کہ وہ میری حاجت براری کر چکا ہے، جو مجھے جزیرہ سے نکال کر یہاں لایا ہے، اس کے بعد میں وہی سو رہا، دیکھا کہ سرسبز لہلہاتے باغ کے اندر ایک قبہ میں ایک لونڈی ﴿ بیٹھی ﴾ کہہ رہی ہے کہ اسے جلدی لے آؤ، مدت گزر گئی ہے میں اسکی مشتاق ہو رہی ہوں، اس کے بعد میں بیدار ہوا اور اسکا انتقال ہو چکا تھا، خیر میں نے اسکا کفن دفن کر دیا، اس کے بعد خواب میں دیکھا کہ وہ اسی قبہ میں ﴿ بیٹھا ہوا ﴾ اس آیت کی تلاوت کر رہا ہے: ”والملائکۃ یدخلون علیہم من کل

باب سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار ﴿ اور ان کے پاس ہر دروازے سے فرشتے آئیں گے کہ تمہارے صبر کی بدولت تمہارے لیے سلامتی ہے پھر اس گھر کا انجام نیک کیا خوب ہے ﴿ نزہۃ المجالس، ۱/۳۵۴ ﴾

## اہل طائف کا قبول اسلام:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ ایک بار عرفہ کے دن حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے چوبیس ہزار بازو تھے جن میں موتی اور یاقوت جڑے تھے، عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ آپ طائف جائیے کیونکہ وہاں خدا کو چھوڑ کر ڈیڑھ ہزار بتوں کی پوجا ہو رہی ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ان کو توحید کی دعوت دی، انہوں نے نہ مانا اور آپ کے لیے ایک لوٹھی بھیجی، اس نے آکر آپ سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، پھر اس نے چند مسکے دریافت کیے، آپ نے ان کا جواب دیا، اس کے بعد اس نے کہا ذرا اپنی پشت انور کھول کر دکھا دیجئے، جب اس نے مہر نبوت کو دیکھا تو اسے بوسہ دیا اور اسلام لے آئی، پھر جب وہ اپنے باپ کے پاس گئی تو اسے اپنے اسلام سے آگاہ کیا، اس نے آگ کی دہکائی ہوئی لوہے کی میخیں لے کر اسے عذاب دینا شروع کیا، اس پر وہ کہنے لگی کہ طالب فردوس کے لیے یہ سب کچھ بھی بہت کم ہے، جب وہ مر گئی تو اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پھنکوا دیا، آپ نے اسکی تجہیز و تکفین کرنے کا بندوبست کر دیا، پھر فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جب تک اس نے جنت میں اپنی منزل دیکھ نہ لی اس کی روح نہیں نکلی، پھر حضرت اسرائیل علیہ السلام آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے کہ یا رسول

اللہ ﷺ یہ لوگ شکاری کتے لے کر آپ کے قتل کے لیے جمع ہوئے ہیں، جب حضور نبی کریم ﷺ سامنے آئے تو انہوں نے کتے چھوڑ دیئے اور کہنے لگے محمد مصطفیٰ ﷺ کو پکڑ لو، حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! یوم عرفہ کے صدقہ سے ان کتوں کو مجھ سے پھیر دے، چنانچہ آپ کے سامنے وہ پست ہو گئے، پھر آپ نے فرمایا کہ اپنے مالکوں کی خبر لو، اس پر وہ کتے ان پر جھپٹ پڑے، انہوں نے کتوں کو پتھر مارنا شروع کیے، ایک پتھر حضور نبی اکرم ﷺ کے چہرہ مبارک پر آگیا، اس وقت پانچ فرشتے اترے اور کہنے لگے کہ ہم میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ہے کہ جو کچھ آپ چاہیں اس میں آپ کی اطاعت کریں، یہ سن کر آپ رو پڑے اور فرمانے لگے، بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے، اس کے بعد آپ نے کہا، اے اللہ! حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت عیسیٰ ﷺ ماہ رمضان اور یوم عرفہ کے حق سے ان کو ایمان نصیب فرما، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم جس وقت ہم لوگوں نے ظہر پڑھی اس وقت ساری کی ساری قوم حضور نبی اکرم ﷺ کے پیچھے تھی۔ ﴿ نزہۃ المجالس، ۱۲۵۵ ﴾

### بہرام مجوسی کا قبول اسلام:

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے ایک سال حج کیا تو حضور نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ جب تو بغداد میں پہنچے تو بہرام مجوسی کو میرا سلام کہہ دینا اور اس سے کہہ دینا کہ اللہ تجھ سے راضی ہے، جب میں واپس پہنچا تو میں نے اس سے پوچھا کہ تو نے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی نیکی کی ہے، اس نے کہا کہ میں نے اپنے بیٹے کا اپنی بیٹی سے نکاح کر دیا ہے اور دعوت ولیمہ کھلائی تھی، میں نے کہا یہ تو حرام ہے اس

کے سوا اور بھی کوئی عمل کیا ہے، اس نے کہا، میں نے خود اپنی بیٹی سے نکاح کر کے ولیمہ کیا تھا، میں نے کہا یہ بھی حرام ہے اس کے سوا بھی تو نے کوئی عمل کیا ہے، اس نے کہا کہ ایک مسلمان عورت میرے گھر آئی تھی اور اس نے میرے چراغ سے اپنا چراغ روشن کر لیا، جب وہ دروازہ پر پہنچی تو گل کر دیا، اس نے پھر لوٹ کر روشن کیا اور پھر گل کر دیا، اس طرح تین بار کیا اور چوتھی بار وہ روشن کر کے چلی گئی اور میں اس کے پیچھے چلا گیا، اس کے گھر تک گیا کہ شاید یہ جاسوس ہے، اس کے بعد میں نے سنا کہ اس کے بچے کہہ رہے ہیں کہ ہمیں بھوک ستا رہی ہے، وہ بولی مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ اس کے غیر سے کچھ مانگوں، یہ سن کر میں لوٹ آیا اور کھانا لے کر ان کے پاس گیا، اس وقت میں نے اس سے کہا کہ یہ بشارت سن کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے تجھے سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہے، اس پر وہ اسلام لے آیا اور سچا مسلمان بن گیا۔ ﴿ نزہۃ المجالس، ۱/۵۷۳ ﴾

## ایک یہودی کا قبول اسلام:

حضرت سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا ایک یہودی ہمسایہ تھا اور اس کی دیوار آپ کے مکان کی جانب شق ہو گئی اور نجاست آپ کے مکان میں آ کر گرنے لگی اور یہودی کو اس کا علم نہ تھا، ایک روز اسکی عورت آئی تو اس نے دیکھا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے گھر میں نجاست جمع ہے، اس نے اپنے خاوند کو اطلاع کی، یہودی آپ کے پاس معذرت کرنے آیا، آپ نے فرمایا کہ میرے نانا حضور ﷺ نے مجھے اپنے ہمسایہ کی خاطر و تعظیم کا حکم فرمایا ہے، اس پر یہودی مسلمان ہو گیا۔ ﴿ نزہۃ المجالس، ۱/۶۲۳ ﴾

## ایک مجوسی کا قبول اسلام:

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کا ایک مجوسی سے مقاتلہ ہو رہا تھا، جب نماز کا وقت آیا تو حضرت ابن مبارک رضی اللہ عنہ نے مجوسی سے کہا کہ مجھ سے عہد کر کہ جب تک میں نماز سے فارغ نہ ہو جاؤں تو میرے ساتھ کوئی برا ارادہ نہ کرے گا، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، جب آپ نماز سے فارغ ہو چکے اور غروب کا وقت پہنچا تو مجوسی ابن مبارک رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا مجھ سے بھی عہد کیجئے تاکہ میں بھی اپنی عبادت سے فارغ ہو جاؤں، پھر جب اس نے آفتاب کو سجدہ کیا تو یہ اس پر تلوار لے کر جھپٹے، فوراً ہاتف بنے آواز دی، جب تم عہد کرو تو عہد کو پورا کیا کرو، اس پر آپ واپس ہوئے، جب مجوسی فارغ ہو چکا تو اس نے پوچھا کیا بات ہے، میری نسبت ارادہ کر کے کیسے لوٹ آئے، آپ نے کہا: جب میں نے تجھے غیر اللہ کو سجدہ کرتے دیکھا تو چاہا تھا کہ تجھے قتل کر ڈالوں، اتنے میں ہاتف نے مجھے آواز دی کہ جب تم عہد کرو تو عہد اللہ کو پورا کیا کرو، یہ سن کر کہنے لگا، آپ کا رب بھی کیا خوب رب ہے کہ اپنے دوست پر اپنے دشمن کے لیے عتاب فرماتا ہے، اس کے بعد وہ مجوسی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ ﴿نزہۃ المجالس، ۲/۱۸﴾

## ایک مجوسی کا قبول اسلام:

حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا کسی مجوسی پر قرض تھا، آپ اس سے تقاضا کرنے گئے، آپ کے جوتے میں نجاست لگ گئی، آپ نے جھٹک دی اور وہ اڑ کر اسی کی دیوار سے جاگری، امام اعظم رضی اللہ عنہ کو بہت رنج ہوا اور کہنے لگے، اگر کرتا ہوں تو اس کی دیوار کی مٹی کم ہو جاتی ہے، لیکن میں اس کی دیوار پر نجاست کو جو مجھ سے پڑ گئی ہے، چھوڑ بھی نہیں سکتا، آخر آپ نے اس کا دروازہ کھٹکھٹایا، وہ باہر نکلا اور کہنے لگا، اے امام المسلمین مجھے مہلت دیجئے،

آپ نے فرمایا: میری وجہ سے تیری دیوار نجس ہوگئی ہے، مجھے معاف کر دے، اس نے پوچھا اے ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کیا آپ میری دیوار پاک کرنا چاہتے ہیں، آپ نے فرمایا ہاں، وہ کہہ اٹھا: ”اشهد ان لا اله الا الله محمد رسول الله“۔ ﴿نزہۃ المجالس، ۲/۱۵۱﴾

### ایک مجوسی کا قبول اسلام:

حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک بار موسم سرما میں جمعہ کے دن میں جامع مسجد جا رہا تھا، میرا پیر پھسلا اور میں نے ایک مجوسی کی دیوار پکڑ لی، اس سے میں نے درخواست کی کہ مجھے معاف کر دے، اس نے پوچھا کیا تمہارے دین میں اتنی احتیاط ہے، میں نے کہا ہاں، اس نے کہا: ”اشهد ان لا اله الا الله محمد رسول الله“۔ ﴿نزہۃ المجالس، ۲/۱۵۲﴾

### بنی حارثہ کا قبول اسلام:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنی حارثہ کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ اس سے قتال کرنے کے تین روز پیشتر اسلام لانے کے لیے کہیں، اگر وہ نہ مانیں تو قتال کریں، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، وہ اسلام لے آئے اور حسب ذیل انہوں نے عریضہ لکھ بھیجا، بخدمت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منجانب خالد بن ولید، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، میں اس اللہ تعالیٰ کا شاخوایا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد عرض ہے، آپ نے فلاں کام کی انجام دہی کے لیے مجھے بنی حارثہ کے پاس بھیجا تھا، وہ لوگ اسلام لے آئے ہیں اور میں ان میں مقیم ہوں، انہیں اسلام کی تعلیم دیتا رہوں گا، جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انشاء اللہ کچھ اپنا ارشاد تحریر نہ فرمائیں گے، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اس کے بعد، رسول اللہ ﷺ نے انہیں لکھ بھیجا، بسم اللہ الرحمن الرحیم منجانب محمد رسول اللہ ﷺ بنام خالد بن ولید السلام علیکم میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کی ثنا خوانی کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اچھا ان کو مشرکہ سنا دو اور ڈرا دو اور چلے آؤ اور تمہارے ساتھ ان کا قاصد بھی آئے، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ چلے آئے اور بنی حارثہ کے پانچ آدمی بھی ان کے ہمراہ آئے، انہوں نے حاضر ہو کر نبی اکرم ﷺ کو سلام کیا اور کلمہ شہادت پڑھا، حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میں شہادت دیتا ہوں کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں، پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، تم وہ لوگ ہو جو ڈانٹے جاؤ تو پیش قدمی کرتے ہو، یہی چار بار فرمایا، انہوں نے اسکا کوئی جواب نہ دیا، پھر ان میں سے ایک شخص نے کہا، ہاں یا رسول اللہ ﷺ ہم لوگ ایسے ہی ہیں کہ جب ڈانٹیں جائیں تو پیش قدمی کرتے ہیں، اس نے بھی چار بار کہا، آپ نے فرمایا، اگر خالد مجھے یہ نہ لکھ بھیجتے کہ تم اسلام لے آئے ہو تو میں تمہارے سر تمہارے قدموں کے نیچے ڈال دیتا، ان میں سے ایک شخص نے کہا سنئے اللہ کی قسم نہ میں آپ کا ثنا خوان ہوں نہ حضرت خالد کا، آپ نے پوچھا تو کس کا ثنا خوان ہے، وہ لوگ بولے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ثنا خواں ہیں، جس نے آپ ﷺ کے ذریعے ہماری راہنمائی کی، آپ نے فرمایا، تم نے سچ کہا، پھر آپ نے پوچھا جو آپ سے قتال کرتا تھا، تم جاہلیت میں اس پر کس وجہ سے غالب آتے تھے، انہوں نے کہا ہم مجتمع رہتے تھے، الگ الگ نہ ہوتے تھے اور ظلم کی ابتدا کسی کے ساتھ نہ کرتے تھے، حضور ﷺ نے اسکی تصدیق کی اور اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ صرف چار ماہ اور زندہ رہے۔ ﴿نزہۃ المجالس، ۲/۱۷۷﴾



## بادشاہ تبع کا قبول اسلام:

”شرف المصطفیٰ“ میں ہے کہ تبع اول اپنے شہروں سے لشکر کثیر کے ساتھ دنیا کو دیکھنے کے لیے نکلا اور اس کے ساتھ حکما کی ایک جماعت بھی تھی، جب وہ مکہ میں پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے اسکی طرف توجہ نہ کی، وہ اس پر غضبناک ہوا، اس نے ارادہ کر لیا کہ میں کعبہ منہدم کر دوں گا، مردوں کو قتل کر ڈالوں گا اور مال لے لوں گا اور عورتوں کو گرفتار کر کے لے جاؤں گا، اس کے بعد اس کے کان اور ناک سے نہایت بدبودار پانی نکلنا شروع ہوا، اس نے حکما سے اس کے متعلق دریافت کیا، انہوں نے کہا کہ ہم دنیاوی امراض کے علاج کرتے ہیں، آسمانی امراض کا علاج نہیں کرتے، جب رات ہوئی تو ان میں سے ایک حکیم نے کہا، بادشاہ اگر اپنا ارادہ ظاہر کر دے تو میں اسکا علاج کر دوں، اس نے ارادہ بتلا دیا، اس نے کہا اس ارادہ سے باز آ، اس نے ایسا ہی کیا اور اچھا ہو گیا، پانی بہنا بالکل بند ہو گیا، اسی دم وہ ایمان لایا اور کعبہ پر اس نے پردہ لٹکایا، چنانچہ سب سے پہلے کعبہ پر اسی نے پردہ لٹکایا تھا، پھر یثرب یعنی مدینہ کی طرف روانہ ہوا اور اس کے چشمہ پر اترا، حکمانے حال دریافت کیا، حکمانے کہا کہ اس سرزمین پر آئندہ خیر کثیر کا ظہور ہو گا، یہاں نبی آخر الزماں جن کا نام نامی اسم گرامی محمد ﷺ ہے، یہاں سکونت گزیں ہونگے ہر چند کہ ان کی پیدائش گاہ مکہ ہے، لیکن وہ ہجرت کر کے یہاں تشریف لائیں گے، اس کے بعد اس نے چار سو مکانات آپ کے لیے یہاں تعمیر کرائے اور اس کے بعد ایک عریضہ لکھا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں آپ پر اور آپ کے رب پر ایمان لایا اور میں آپ کے دین پر ہوں، اگر میں آپ کو پاؤں گا تو یہ میری عین مراد ہے اور اگر میں آپ کو نہ پاؤں تو قیامت کے دن آپ میری شفاعت کرنا، کیونکہ میں آپکی اگلی امت میں ہوں اور یہ عریضہ لکھ کر اس نے اس حکیم کو دے دیا جس نے

اسکا ارادہ معلوم کیا تھا اور خود اپنے ملک چلا آیا چنانچہ وہ عریضہ اس حکیم کے پاس اور پھر اسکی اولاد کے پاس اور پھر اسکی اولاد کی اولاد کے پاس محفوظ رہتا ہوا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تک چلا آیا، جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی اور حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں فروکش ہوئے، انہوں نے وہ عریضہ نکال کر خدمت میں پیش کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے پڑھا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرحبا بالاخ الصالح، پھر انہوں نے اس عریضہ کی تاریخ تحریر دیکھی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے ملایا تو ایک ہزار سال کا زمانہ ہوا تھا۔

﴿ نزہۃ المجالس، ۲/۲۲۹ ﴾

## ایک یہودی کا قبول اسلام:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ایک یہودی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ قسم ہے اسکی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنا کر بھیجا ہے، یقیناً مجھے آپ سے محبت ہے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے اس کو بے قدر سمجھ کر سرتک نہ اٹھایا، حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کرنے لگے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ یہودی سے کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے دوزخ میں سے اس سے دو چیزیں اٹھا دی ہیں، اس کے پیروں میں بیڑیاں اور گردن میں طوق نہیں ڈالا جائے گا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو یہ خبر دتی، وہ کہہ اٹھا: "اشهد ان لا اله الا الله وانک رسول الله" قسم ہے مجھے اسکی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، اس سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت اور زیادہ ہو گئی ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مبارک ہو، مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے جہنم کو تجھ سے بالکل پھیر دیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی محبت کی وجہ سے تجھے جنت میں داخل کر دیا۔ ﴿ نزہۃ المجالس، ۲/۲۲۲ ﴾



تکنہ القاریہ  
نیبیت الہ  
خزینہ نبوت  
جہان اولیاء  
نہر الاسرار  
عبت نبوت  
کشف الحجب  
نہان ہجر

تکلیف اللہ  
الکاملہ

علاقہ شوش

جناب مولانا لنگر کی نماز

تکنہ تہنیہ

فیروز کی حالات

مجموعہ کتب و رسائل

کرم الدین علی



نور انوار



سنان حبیب الرحمن  
رہلیات المسلم

ادارہ اشرف

انفال برون  
مجموعہ کتب و رسائل

خان محمد قادی  
کی تقریریں

امام رضا اور سنیوں کے خلاف

قاری زکریا صاحب

گنج بخش روزانہ لاہور 042-7213575

کریا پ جانتے ہیں  
فناح العین

بلوغت و نیت  
باب مصطفیٰ  
پار زندون  
پیرت نیت  
جہان اسرار  
انہما انما برب  
پہنچانہ انوار  
خطبات مجدیہ  
خطبات نورانی  
نورانی حکایات  
شہان حبیب الباری  
ریال بغداد ثانی  
تہنیہ الطاہرین  
مسلمان کا عقیدہ  
یونان حبیب الہ

36

جہان اولیاء  
نہان ہجر

جاری ذمہ لیاں